احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

اکتوبر 2019ء

اللہ کی قربت کا احساس ہدایت کی ابتدا ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا علمی و فکری خصوصی خطاب

39 سال یوم تاسیس

تحریک منہاج القرآن کے امتیازات

منہاج القرآن نے دنیا کے گوشے گوشے میں علم و عرفان کے چراغ روشن کیے

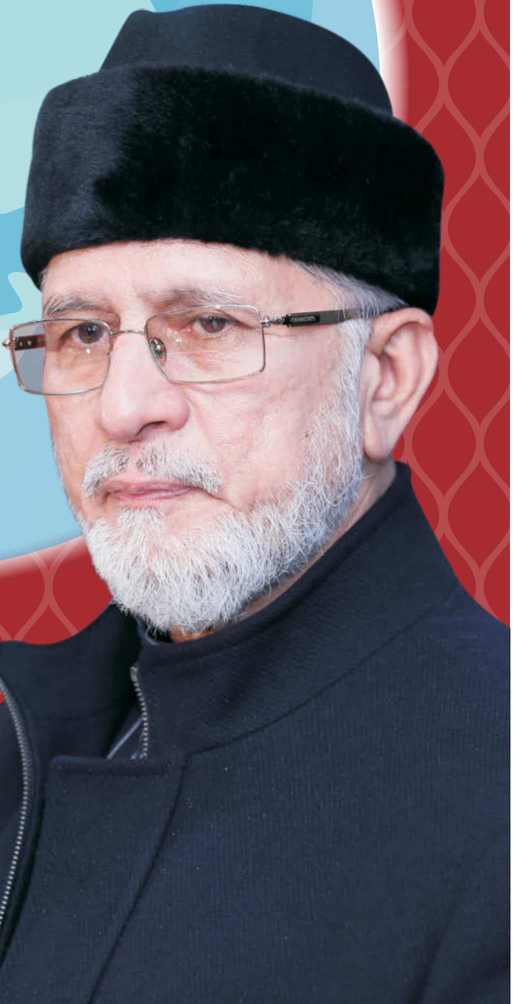

سانحہ ماڈل ٹاؤن کا انصاف ایمان کا حصہ ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا عملی سیاست سے ریٹائرمنٹ کا اعلان

اختیارات منتخب کونسل کو منتقل

Dr. Hussain Mohi-ud-Din Qadri President Minhaj Ul Quran International, Deputy chairman Minhaj University Lahore receives GIFA International Award for Promotion of Islamic Economics and Finance in Academia for 2019. In a very prestigious ceremony attended by South African, International prominent Politicians, (sitting & ex Ministers), Intellectuals, Bankers, CEO's of various multinational, Scholars and other Dignitaries at Cape Town, South Africa.

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

بفیضان نظر
قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی

زیر سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

زیر نگرانی
ڈاکٹر حسن محی الدین قادری | ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

جلد: 33 شمارہ: 10 | صفر ۱۴۴۱ھ / اکتوبر 2019ء

حسن ترتیب

(اداریہ) شیخ الاسلام کا عملی سیاست سے ریٹائرمنٹ کا اعلان	چیف ایڈیٹر	3
القرآن: اللہ کی قربت کا احساس ہدایت کی ابتدا ہے	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	5
الفقہ: مکرہ کی زبانی طلاق کے احکامات	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	13
تحریک منہاج القرآن کے امتیازات	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	20
خدمت خلق کی ضرورت و اہمیت	ڈاکٹر علی اکبر الازہری	25
عملی سیاست سے ریٹائرمنٹ کا اعلان، ایک نئی روایت قائم	خصوصی رپورٹ	30
عجز و انکساری اور صبر و رضا کی فضیلت	علامہ غلام مرتضیٰ علوی	33
Unique Features of the Qur?ānic Encyclopædia	M. Farooq Rana	40

چیف ایڈیٹر: نور اللہ صدیقی

ایڈیٹر: محمد یوسف

ڈپٹی ایڈیٹر: محبوب حسین

ایڈیٹوریل بورڈ
محمد فاروق رانا، عین الحق بغدادی
محمد رفیق نجم

مجلس مشاورت
خرم نواز گنڈاپور، احمد نواز انجم
جی ایم ملک، تنویر احمد خان، سرفراز احمد خان
منظور حسین قادری، غلام مرتضیٰ علوی

قلمی معاونین
مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، پروفیسر محمد نصر اللہ معینی
ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، پروفیسر محمد الیاس اعظمی
ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، علامہ شہزاد مجددی، محمد افضل قادری

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم | گرافکس: عبدالسلام
خطاطی: محمد اکرم قادری | عکاسی: قاضی محمود الاسلام

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ

www.minhaj.info
www.facebook.com/minhajulquran
email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس و سالانہ خریداران)
minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبرشپ/رفقاء)
smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

قیمت فی شمارہ: 35 روپے | سالانہ خریداری: 350 روپے

انتباہ! مجلّہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ و ریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک فیصل ٹاؤن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور UAN:042-111-140-140 Ext:128

حمد باری تعالیٰ

تری حمد میں کیا کروں اے خدا
مرا علم کیا ہے، مری فکر کیا

میں ہوں بے خبر، مری فکر کیا
میں حادث ہوں اور ذات تیری قدیم

مکاں ہے ترا، لامکاں ہے ترا
زمیں ہے تری، آسماں ہے ترا

تجھی سے صبا ہے تجھی سے سموم
زمین پر ہیں گل، آسماں پر نجوم

ضیائے رخِ زندگی تجھ سے ہے
جہاں بھی ہے رخشندگی تجھ سے ہے

محیط دو عالم ہے قدرت تری
ہے کثرت کے پردے میں وحدت تری

ترے زمزمے آبشاروں میں ہیں
تیری عظمتیں کوہساروں میں ہیں

(احسان دانش)

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

خسروی اچھی لگی نہ سروری اچھی لگی
ہم فقیروں کو مدینے کی گلی اچھی لگی

دور تھے تو زندگی بے رنگ تھی بے کیف تھی
اُن کے کوچے میں گئے تو زندگی اچھی لگی

میں نہ جاؤں گا کہیں بھی در نبیؐ کا چھوڑ کر
مجھ کو کوئے مصطفیٰ کی چاکری اچھی لگی

ناز کر تو اے حلیمہ سرورِ کونینؐ پر
گر لگی اچھی تو تیری جھونپڑی اچھی لگی

رکھ دیئے سرکارؐ کے قدموں پہ سلطانوں نے سر
سرورِ کون و مکاں کی سادگی اچھی لگی

مہر و مہ کی روشنی مانا کہ اچھی ہے مگر
سبز گنبد کی مجھے تو روشنی اچھی لگی

آج محفل میں نیازی نعت جو میں نے پڑھی
عاشقانِ مصطفیٰ کو وہ بڑی اچھی لگی

(عبدالستار نیازی)

اداریہ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا عملی سیاست سے ریٹائرمنٹ کا اعلان

قائدِ تحریک منہاج القرآن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے 14 ستمبر 2019 ء کے دن وڈیو لنک پر پریس کانفرنس کے ذریعے سیاست سے ریٹائرمنٹ کا اعلان کیا ہے۔ اس اہم اعلان کے موقع پر پاکستان عوامی تحریک اور تحریک منہاج القرآن کی مرکزی، صوبائی اور ضلعی قیادت بھی مرکزی سیکرٹریٹ کے صفہ ہال میں موجود تھی۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اپنی ریٹائرمنٹ کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان عوامی تحریک قائم رہے گی، میں سربراہی اپنے کسی صاحبزادے کو تفویض کرنے کی بجائے عوامی تحریک کی منتخب کونسل کو اپنے اختیارات منتقل کرتا ہوں۔ کونسل اپنے مستقبل کے لائحہ عمل، سیاسی حکمت عملی بنانے اور فیصلوں میں آزاد و خودمختار ہوگی، تاہم میری نظریاتی اور فکری رہنمائی کونسل کے ساتھ ساتھ ملک و قوم کو میسر رہے گی۔ انہوں نے اعلان کیا کہ میں بطور سربراہ منہاج القرآن انٹرنیشنل اپنی خدمات انجام دیتا رہوں گا، عملی سیاست میں حصہ نہیں لوں گا۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے انصاف کے حوالے سے انہوں نے واضح کیا کہ یہ انصاف ہمارے ایمان کا حصہ ہے، اس کا کسی سیاست سے کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے۔ پہلے بھی گذشتہ پانچ سال کا ہر دن حصولِ انصاف کی جدوجہد میں گزرا، آئندہ بھی اس ضمن میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ جب ہم سپریم کورٹ میں سانحہ ماڈل ٹاؤن کی ازسرنو تفتیش کیلئے جے آئی ٹی بنوانے کے لیے گئے تو سپریم کورٹ کے لارجر بنچ نے ہمیں ہدایت کی کہ اب آپ احتجاج کی بجائے اپنی ساری توجہ قانونی چارہ جوئی پر مرکوز کریں۔ لہٰذا سپریم کورٹ کے اس حکم پر ہم نے حصولِ انصاف کے لیے اپنی ساری توجہ قانونی چارہ جوئی پر مرکوز کر رکھی ہے۔ انہوں نے اپنی پریس کانفرنس کے دوران اس امر پر بھی تشویش کا اظہار کیا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے انصاف کے حوالے سے سپریم کورٹ کے فیصلے معطل ہو گئے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اپنی عملی سیاست سے ریٹائرمنٹ کی وجوہات بیان کرتے ہوئے کہا کہ مایوسی میرے قریب سے بھی نہیں گزری، اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت ہمت اور حوصلے کی نعمت سے نوازا ہے، اللہ نے جتنی زندگی دی ہے میری آرزو ہے کہ میں دینی، فکری، تربیتی، تجدیدی اور اصلاحی کام پر توجہ مرکوز کرسکوں اور اس کام کی تکمیل کرسکوں جس کا فائدہ آئندہ نسلوں نے اٹھانا ہے۔ بلاشبہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری عالم اسلام ہی نہیں دنیا کی وہ واحد شخصیت ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں ایک ہزار سے زائد کتب تحریر کیں جن میں سے ساڑھے پانچ سو سے زائد کتب زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ آٹھ جلدوں پر مشتمل قرآنی انسائیکلو پیڈیا (اردو و انگلش) کے بعد 40 جلدوں پر مشتمل انسائیکلو پیڈیا آف حدیث اور اس جیسے بے شمار علمی، تحقیقی پراجیکٹس ہیں جن پر کام جاری ہے اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی یہ آرزو ہے کہ وہ پوری توجہ اور تندہی سے امت مسلمہ کی نظریاتی اور فکری رہنمائی سے تعلق رکھنے والے ان منصوبہ جات کو مکمل کر سکیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری عالمِ اسلام کی وہ واحد شخصیت ہیں جنہیں رواں سال اپریل میں او آئی سی نے خصوصی خطاب کی دعوت دی۔ اجلاس کے اختتام پر ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی انتہا پسندی کے خاتمے، اسلام کے پرامن تشخص کو اجاگر کرنے اور امن نصاب تالیف کرنے پر مبارکباد دی گئی اور منہاج القرآن انٹرنیشنل کی خدمات کو سراہا گیا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی ریٹائرمنٹ کے اعلان نے ملک کے اندر ہلچل مچا دی، الیکٹرانک میڈیا دن بھر ریٹائرمنٹ کی خبر کو چلاتا رہا، کوئی بلیٹن اس خبر سے خالی نہ تھا، انٹرنیشنل نیوز پیپر تک ریٹائرمنٹ کے اس اعلان کی بازگشت پہنچی، ملک کے ممتاز تجزیہ نگار، اینکرز، صحافی، کالم نویس شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے اس اعلان پر حیران و ششدر تھے۔ صحافی برادری اس اچانک اعلان پر انگشت بدنداں تھی لیکن پاکستان عوامی تحریک اور تحریک منہاج القرآن سے تعلق رکھنے

والے جملہ آئینی فورمز کے ممبران اور عہدیداران اس اعلان کے حوالے سے پیشگی آگاہ تھے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اپنی سوچ ،معمولات اور معاملات میں ایک انتہائی ڈیموکریٹک اور کھلے دل و دماغ کے ساتھ مشاورت کرنے والے قائد ہیں، وہ بہت معمولی فیصلوں میں بھی متعلقہ احباب کو مشاورت میں شریک کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے عملی سیاست سے ریٹائرمنٹ کے اعلان سے قبل تحریک اور جماعت کے تمام آئینی فورمز کے ممبران سے وسیع تر مشاورت کی۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری ایک سال قبل ریٹائرمنٹ کا فیصلہ کر چکے تھے تاہم اعلان کے وقت کے تعین پر مختلف آراء آتی رہیں اور یہ فیصلہ التواء کا شکار ہوتا رہا، بالآخر سوچ بچار کے بعدانہوں نے 14 ستمبر 2019ء بروز ہفتہ کے دن کا انتخاب کیا۔

ملک کے طول وعرض میں موجود کارکنان ریٹائرمنٹ کے اس اعلان پر دکھی اور غمزدہ ہیں،صرف کارکنان ہی نہیں پاکستان کی سیاست کے غیر جانبدار کردار اور محبِّ وطن عوامی حلقوں نے بھی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے ریٹائرمنٹ کے اعلان پر تکلیف محسوس کی ہے۔ وہ اس رائے کا اظہار کررہے ہیں کہ موجودہ جمہوری نظام جس نے کروڑوں عوام کو یرغمال اور ملک کی سیاسی، سماجی، نظریاتی اقدار کوتہس نہس کر کے رکھ دیا ہے اس ظالم اور استحصالی نظام کے خلاف سب سے مضبوط اور توانا آواز ڈاکٹر طاہرالقادری نے اٹھائی۔ بہرحال پاکستان عوامی تحریک کے لاکھوں کارکنان دل گرفتہ بھی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں اس بات کا یقین بھی ہے کہ ان کے قائد کا ہر فیصلہ اور اقدام خالی از حکمت نہیں ہوتا۔ ان کی نظر زمانے پرنہیں زمانوں پر ہوتی ہے۔

اللہ نے انہیں دیوار کے دوسری طرف دیکھنے کی بصیرت سے مالا مال کیا ہے۔مختلف ادوار اور صدیوں میں ایسی شخصیات جنم لیتی ہیں جنہیں زمان مکان اور جغرافیائی حدود و قیود میں محدودنہیں کیا جا سکتا۔حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ نے ایک موقع پرفرمایا ’’چین وعرب ہمارا ہندوستاں ہمارا......مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا‘‘ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری بھی انہی نابغہ روزگار میں سے ہیں جو پوری دنیا کو ایک ملک اور معاشرہ سمجھتے ہیں اورانسانیت کی خدمت ،فلاح و بہبود، تحفظ و بقاء، ان کی تحقیقی، تصنیفی اور تالیفی جدوجہد کا مرکز ومحور ہوتا ہے۔یہ وہ ہستیاں ہیں جو زمانوں کی وجہ سے نہیں پہچانی جاتیں بلکہ زمانے ان کے نام اور کام کی وجہ سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔آج 80 ھ کی نابغہ روزگار شخصیت امام ابوحنیفہ، 83ھ کی علمی شخصیت امام جعفر صادق، 93ھ کی علمی شخصیت امام مالک بن انس، 164 ھ کی نابغہ روزگار شخصیت امام احمد بن حنبل کو دنیا جانتی ہے مگر ان ہستیوں کے زمانے کے جاگیرداروں، سرمایہ داروں ،صاحب حیثیت، صاحب ثروت لوگوں کے ناموں سے تاریخ مکمل طور پر ناواقف ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اس ظالم نظام کوچیلنج کیا اور پھر اس نظام کے کرپٹ محافظوں کے خلاف پاکستان کی سیاسی تاریخ کی ایک موثر ترین تحریک چلائی، لانگ مارچ کیے اور اس نظام کے مکروفریب اور جبر کو نمایاں کیا۔آج اگر کوئی آرٹیکل 63,62 کے نفاذ اور ان آرٹیکلز کے تحت احتساب کی بات کرتا ہے تو اس کا شعور دینے والے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری ہیں۔آج اگر منی لانڈرنگ کے خلاف رائے عامہ ہموار ہوئی ہے اور عدالتوں نے اپنا فعال کردار ادا کرنا شروع کیا ہے تو اس طرف توجہ دلوانے والے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری ہیں۔آج اگر سیاسی، سماجی ،عوامی حلقے نظام انتخاب کو دھاندلی زدہ قرار دے کراسے بدلنے کی بات کرتے ہیں تو یہ سوچ دینے والے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری ہیں۔آج اگر اس نظام کے خلاف سیاست وصحافت کے ایوانوں سے مخالفانہ آوازیں بلند ہورہی ہیں تو اس حوالے سے جو پہلی آواز اس ملک میں اٹھی تھی وہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تھی۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے 2014ء کے دھرنے میں جن نام نہاد سیاسی لیڈروں کے سیاسی، سماجی جرائم کی فہرستیں دیں اور ان کے کالے کرتوت بیان کیے ان تمام بیان کردہ حقائق پر بعدازاں ملکی عدالتوں نے تصدیق کی مہریں ثبت کیں اور ملکی سیاست کے وہ تمام کردار آج مختلف جیلوں میں بند ہیں۔

بعض قومی اخبارات میں یہ تجزیے شائع ہوئے ہیں کہ سیاستدان اس جہان سے رخصت ہونے کے بعد بھی اپنی ریٹائرمنٹ کا اعلان نہیں ہونے دیتے لیکن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے سیاست سے ریٹائرمنٹ کا اعلان کر کے ایک نئی سیاسی روایت کی داغ بیل ڈال دی ہے۔ (چیف ایڈیٹر)

القرآن

اللہ کی قربت کا احساس ہدایت کی ابتدا ہے

نفس بندے کے شعور و خیال میں قربتِ الٰہیہ کا احساس بیدار نہیں ہونے دیتا

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا علمی و فکری خصوصی خطاب

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین / معاون: محبوب حسین

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ. (البقرہ، ۲: ۲۵۷)

’’اللہ ایمان والوں کا کارساز ہے وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے‘‘۔

اہل لغت و اہل معرفت ’’ولی‘‘ کے کئی معانی کرتے ہیں، ان معانی میں سے ایک معنیٰ ’’قریب ہونا‘‘ ہے۔ اس معنی کی رو سے اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کا معنی یہ ہے کہ اللہ مومنوں کے قریب ہے۔ غور فکر کا مقام یہ ہے کہ کیا ہم بھی اللہ کے قریب ہیں یا نہیں؟ افسوس کہ ہم ہر لمحہ اللہ سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں حالانکہ ہماری تخلیق کا مقصد ہی یہ امتحان لینا تھا کہ ہم اس کے قریب ہوتے ہیں یا اس سے دور ہوتے ہیں؟ انسان کے مقصدِ تخلیق کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ.

’’اور میں نے جنّات اور انسانوں کو صرف اسی لیے پیدا کیا کہ وہ میری بندگی اختیار کریں‘‘۔ (الذاریات، ۵۱: ۵۶)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس آیت کے معنیٰ کے حوالے سے فرمایا:

لِیَعْبُدُوْنِ اَیْ لِیَعْرِفُوْن

یعنی اللہ رب العزت نے انسان کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ مجھے پہچانے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے انسان کو اس امر کے لیے کیوں پیدا کیا کہ وہ اسے پہچانیں؟ اسے اپنی پہچان کروانے کی کیا ضرورت ہے؟ حالانکہ وہ اس ضرورت سے پاک ہے۔ اگر ضرورت نہیں ہے تو پیدا کر کے اپنی معرفت کیوں دینا چاہتا ہے؟ اس لیے کہ وہ انسان کو پیدا کرنے کے بعد اس کا امتحان لینا چاہتا ہے کہ وہ میرے قریب ہوتا ہے یا مجھ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔

انسان اللہ سے دور کیونکر ہوتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ظاہر و باطن کے امتزاج کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اس میں تاریکی کے پہلو بھی رکھے ہیں اور روشنی و نور بھی رکھا ہے۔۔۔ اس میں پستی کے رجحانات بھی رکھے ہیں اور اوپر جانے کے میلانات اور صلاحیتیں بھی رکھی ہیں۔ ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ج وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ. (ق، ۵۰: ۱۶)

’’اور بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم اُن وسوسوں کو (بھی) جانتے ہیں جو اس کا نفس (اس کے دل و دماغ میں) ڈالتا ہے۔ اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں‘‘۔

☆ (شہرِ اعتکاف 2019ء)، (مورخہ: 26-5-2019)، (خطاب نمبر: FE-12)

نفس انسان میں برے خیالات اور وساوس کو جنم دیتا ہے۔ نفس فسق و فجور، گناہ اور نافرمانی کے ذریعے انسان کا اللہ پر ایمان کمزور کرنے کے خیالات پیدا کرتا ہے۔ نفس کا شیطان اور دنیا کی شہوات کے ساتھ ایک Alliance اور کوآرڈینیشن ہے اس لیے شیطان نفس کے اندر الہام کرتا اور برے خیالات ڈالتا ہے اور نفس انہیں اپنے اندر جذب کرتا چلا جاتا ہے۔ نتیجتاً نفس خود بھی شیطانی ہوجاتا ہے اور برے خیالات کو جنم دیتا ہے۔ پھر انسان کا نفس اس کے دل و دماغ میں وسوسے ڈال کر اس کو بہکاتا ہے اور شیطان کی نمائندگی کرتے ہوئے اس کے مشن کی تکمیل کے لیے بندے کو اللہ سے دور لے جانا چاہتا ہے، اللہ کا نافرمان بنانا چاہتا ہے اور بندے کا اللہ پر ایمان و یقین کمزور کرنا چاہتا ہے۔ نفس بندہ کے اندر توکل، یقین، اعتماد کو انتہائی کمزور کردیتا ہے اور پھر بندہ کبھی اپنے رزق کی کمی اور کبھی اپنے ساتھ ہونے والی بے انصافی وظلم کے حوالے سے اللہ کے امر پر اپنا عقیدہ متزلزل کرتے ہوئے اللہ کے بارے میں شکوہ، شکایت اور ناشکری کا مرتکب ہوجاتا ہے۔ جب توکل، اعتماد، یقین، شکر اور بھروسہ کمزور ہوتا ہے تو بندگی کمزور ہوتی ہے اور جب بندہ بندگی میں کمزور ہوتا ہے تو اللہ سے دوری پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔

گویا نفس کا بنیادی کام وسوسہ اندازی ہے۔ نفس بندے کے دل و دماغ میں اللہ، اللہ کے رسول ﷺ، آخرت، دین، ایمان اور نیکی کے بارے میں ایسے غلط اور برے خیالات و نظریات ڈالتا ہے جو بندہ کو اللہ، اس کے رسول ﷺ اور دین سے دور لے جانے کا سبب بنتے ہیں۔

اللہ اور بندے کا روحانی قرب

مذکورہ آیتِ کریمہ (ق:۱۶) میں جہاں اللہ تعالیٰ نے نفس کی وسوسہ اندازی کو بندے اور اللہ کے درمیان بُعد اور دوری کا سبب قرار دیا وہاں اس امر کو بھی واضح کردیا کہ ہم نے انسان کو نفس کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑ دیا کہ نفس اس کو بہکاتا، پھسلاتا اور گمراہ کرتا پھرے اور بندہ گمراہی میں اپنے مولا سے دور ہوتا چلا جائے۔ نہیں، ایسا نہیں ہے بلکہ جہاں نفس رکھا ہے وہاں دوسرا عامل ایسا بھی رکھا ہے جو قربِ الٰہی کی نوید دیتا اور بندے کو اللہ کی قربت کے احساس سے مالا مال کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ. (ق، ۵۰: ۱۶)

''اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں''۔

یعنی ایک طرف نفس ہے جو انسان کو ہم سے دور لے جانا چاہتا ہے اور دوسری طرف ہم خود ہیں کہ اس کی شہ رگ کے بھی قریب ہیں۔ یہ قرب، قربِ روحی ہے، یعنی روح کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا روحانی قرب ہے۔ نفس کے اثرات جسمانی اور شیطانی ہیں جبکہ اللہ رب العزت کا قرب روحانی قرب ہے۔

گویا اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر دونوں کیفیتیں اور حالتیں رکھ دی ہیں کہ بندہ اگر نفس کے سپرد ہوجائے تو اللہ سے دور ہوجائے گا اور اس کے برعکس بندہ اگر اللہ کی فرمانبرداری کی طرف آجائے تو اللہ کے قریب ہوجائے گا۔

قربِ الٰہی کا شعور ولایت ہے

نفس بندے کے شعور اور خیال میں اللہ کی قربت کے احساس کو بیدار نہیں ہونے دیتا۔ اللہ انسان کے قریب ہے مگر نفس انسانی کو یہ پتہ نہیں چلنے دیتا کہ وہ قریب ہے اور شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اس کے قریب ہونے کے شعور میں نفس رکاوٹ بنتا ہے، وہ پردے ڈالتا ہے، اسی نے بہت ساری تہیں ڈالی ہوئی ہیں، جو بندے کو اللہ سے دور کرنے کا سبب بنتی ہیں اور اللہ کی قربت کے احساس، ادراک اور شعور سے بندے کو محروم کردیتی ہیں۔ اگر بندے کو اللہ کے قریب ہونے کا شعور ہوجائے تو اسے ولی اللہ کہتے ہیں۔

الله ولی الذين امنوا. کے مطابق اللہ مومنوں کا ولی ہے اور ولی وہ ہوتا ہے جو قریب ہو اور وہ ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ ہمارے قریب ہے، اس لیے ہمارا ولی ہے۔ یہ یکطرفہ تعلق ہے، اس لیے کہ وہ تو ہمارے قریب ہے مگر ہم اس کے قریب نہیں ہیں۔ جو مومن ان پردوں کو ہٹا کر، دوریوں کو ختم کرکے اللہ کے قریب ہوجائے تو اس کو ولی کہتے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ اللہ ہر ایک کا ولی ہے مگر ہر کوئی اللہ کا ولی نہیں ہے۔

ہر کوئی اللہ کا ولی کیوں نہیں؟ اس لیے کہ ہمیں یہ ادراک

اور شعور ہی نہیں ہے کہ اللہ میرے قریب ہے۔ جس وقت بندے کا یہ ادراک وشعور بیدار ہوجاتا ہے کہ اللہ میرا ولی ہے اور میری شہ رگ سے بھی زیادہ میرے قریب ہے، جب یہ خیال بندے کے اندر جم جائے تو ایسے بندے کو ولی اللہ کہتے ہیں۔

قربت کے احساس کے اثرات

قربت کے اس احساس کے کیا اثرات ہوتے ہیں کہ بندہ اللہ کا ولی بن جاتا ہے؟ آیئے اس کو ایک مثال سے سمجھتے ہیں: جب ایک بچے کو یہ پتہ ہو کہ میرے ماں باپ میرے قریب ہیں اور میرے اعمال کو دیکھ اور میری باتوں کو سن رہے ہیں تو بچہ شرارت اور شور شرابہ نہیں کرے گا، کیونکہ اس کو پتہ ہے کہ میرے والدین دیکھ رہے ہیں۔ اسی طرح اگر طلبہ کو احساس ہو کہ ہمارے استاد ہمارے قریب ہیں اور ہمیں سن اور دیکھ بھی رہے ہیں تو دنگا و فساد اور تماشا کرنے والے طلبہ استاد کے قریب ہونے کی وجہ سے شرارت نہیں کریں گے۔ گویا قربت کا احساس ان کے اندر ایک خوف اور حیاء کو جنم دیتا ہے۔ جس بناء پر وہ بری حرکات و اعمال سے رک جاتے ہیں۔ بلاتشبیہ و بلا مثال اللہ رب العزت بھی ہمارے اس قدر قریب ہے کہ وہ ہمیں دیکھ بھی رہا ہے اور سن بھی رہا ہے۔ اس لیے بار بار فرماتا ہے:

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۔۔۔ کبھی فرماتا ہے وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا ۢ بَصِيْرًا ۔۔۔ کبھی وہ کہتا ہے کہ میں تمہارا ولی ہوں۔۔۔ کبھی کہتا ہے کہ میں تمہارا مددگار ہوں۔۔۔ یہ سارے الگ الگ جملے ہیں لیکن دراصل ان کی روح ایک ہے۔ مددگار وہی ہوتا ہے جو قریب ہو۔ جو دور بیٹھا ہے وہ کیا مدد کرے گا۔ قرب قربِ حسی بھی ہوسکتا ہے اور معنوی بھی۔ قرب وجودی و جسمانی بھی ہوسکتا ہے اور روحانی بھی۔ ہماری آپس کی قربتیں اور بُعد روحانی بھی ہوتی ہیں اور جسمانی بھی۔ اگر قرب معنوی و روحانی ہو تو بندہ جسمانی طور پر دور ہو کر بھی قریب رہتا ہے۔ لہٰذا اس شعور کے بیدار ہونے کی ضرورت ہے۔

جب ہر کسی کی قربت ہمیں یہ فائدہ دیتی ہے تو ایک لمحے کے لیے سوچیں کہ اس بندے کا حال کیا ہوگا جس بندے کا احساس بچے کی طرح بیدار ہوجائے کہ میرا مولا میرے قریب ہے، وہ مجھے دیکھ رہا ہے، وہ میری ہر بات کو سن رہا ہے یہاں تک کہ جو خیالات و خواہشات میرے دل و دماغ میں جنم لیتے ہیں، ان کو بھی دیکھ رہا ہے، جو شرارت باہر ہوتی ہے صرف اس کو نہیں دیکھتا بلکہ جو شرارت من کے اندر، نفس کے اندر چلتی ہے اس کو بھی دیکھ رہا ہے، تو اندازہ کریں کہ جس بندے میں یہ احساس بیدار ہوجائے اس کا کیا حال ہوگا۔ پس جب یہ احساس قوی ہوتا ہے تو پھر انسان کوئی برا کام نہیں کرتا۔ اس قربت کے احساس سے جو خوف و رجاء کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اُسے تقویٰ کہتے ہیں۔

یاد رکھیں! اس قربت کے احساس کے اثرات میں صرف خوف نہیں ہوتا بلکہ اس میں محبت بھی ہوتی ہے۔ جس طرح بچے کو جب اپنے والدین یا اپنے کسی بڑے کے قریب ہونے کا احساس ہوتا ہے تو اس کے اندر یہ تصور بھی جنم لے لیتا ہے کہ اگر کسی نے مجھے تکلیف پہنچائی تو میری ماں، میرا باپ، میرا استاد میرے پاس ہے، وہ مجھے بچالے گا۔ قریب ہونے کے احساس میں جہاں بندہ اپنے آپ کو برائی سے بچاتا ہے وہاں بندے کو ایک احساسِ تحفظ اور حوصلہ بھی ہوتا ہے کہ مجھے ان کی موجودگی میں کوئی اور نقصان نہیں پہنچاسکتا۔ پس خوف و رجا کی یہ کیفیت اس قربت کے احساس سے پیدا ہوجاتی ہے۔ گویا قربت کے احساس میں جہاں خوف ہوتا ہے وہاں امید بھی ہوتی ہے۔

خوف و رجا کی یہ کیفیت اگر مل جائے تو اس احساس کو ایمان کہتے ہیں جو اسی احساسِ قربت سے جنم لیتا ہے۔ گویا خوف و رجا بھی قربت سے جنم لے رہی ہے اور شفقت و محبت کا یقین بھی احساسِ قربت سے جنم لے رہا ہے۔ قربت کا احساس بندے کو برائی اور نقصان سے بچا بھی رہا ہے اور حوصلہ و امید بھی دے رہا ہے۔ یہ امید محبت کی وجہ سے ہے جس کے نتیجے میں اور زیادہ قربت ہوتی ہے۔

جس طرح چھوٹا سا بچہ بھوک، تکلیف، خوشی، غمی الغرض ہر حال میں ماں کو پکارتا ہے، اس لیے کہ اس کو پتہ ہے کہ ماں سے بڑھ کر میرے قریب کوئی نہیں، سو وہ سب سے زیادہ ماں کے قریب ہوتا ہے اور ماں کے ساتھ جڑا رہتا ہے۔ اسی طرح ایک بچے کے حال کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھ کر اس بندے کی طرف آجائیں جو اللہ کے ساتھ اس احساسِ قربت کے

ذریعے جڑ جاتا ہے۔ وہی بندہ ولی بنتا ہے جو اللہ سے اس طرح کا تعلق رکھے جس طرح کا تعلق چھوٹا بچہ اپنی ماں سے رکھتا ہے۔ چھوٹا معصوم بچہ جو ماں پر بھروسہ کرتا ہے، ماں اگر ڈانٹ بھی دے تو ماں کی ڈانٹ کو برا نہیں منائے گا جبکہ وہی بچہ باپ کی ڈانٹ سے سہم جاتا ہے، کیوں؟ اس لیے کہ یہاں احساسات، جذبات، تصورات، تخیلات اور دل و روح کی قربت کا فقدان ہے۔ بچے کے دل و دماغ میں ماں کی مدد و نصرت، اس کے پیار اور اس کی حفاظت کی قربت کا احساس پختہ ہوچکا ہے۔ اس کو پتہ ہے کہ ساری رات اگر مجھے تکلیف ہو تو ماں جاگتی ہے، ماں میرے آرام پر اپنا آرام قربان کرتی ہے، مجھے کھلانے کے لیے اپنا کھانا قربان کرتی ہے، میرے پیشاب پر اپنے کپڑے قربان کرتی ہے، میری تکلیف پر اپنی جان قربان کرتی ہے۔ ماں اولاد کے لیے ساری زندگی جو قربانی دیتی ہے، یہ قربانی قربت کی شکل میں بچے کے دل و دماغ میں راسخ ہوجاتی ہے۔ وہ اس قربانی کے آئینے میں ماں کو قریب دیکھتا ہے اور اس پر بھروسہ کرتا ہے۔

اب اسی بچے کے حال کو منتقل کردیں اس بندے کے حال میں جو اپنے مولا کے حضور دودھ پیتے بچے کی طرح ہوجائے کہ اگر اسے تکلیف ہو تب بھی اللہ کو پکارے اور راحت ہو تب بھی اللہ کو پکارے۔۔۔ تکلیف ہو تو صبر کی بولی اس کی زبان بن جائے۔۔۔ اگر راحت ہو تو شکر کی آواز میں پکارے۔۔۔ کوئی حاجت و تمنا ہو، تنہا ہو یا جلوت میں تب بھی اللہ کو پکارے۔۔۔ جب بندے کے اندر یہ شعور بیدار ہوجائے کہ مولا میرے قریب ہے اور جب اسے نحن اقرب الیہ کی آواز سنائی دینے لگ جائے تو تب وہ اسے ہمیشہ اپنے ساتھ محسوس کرے گا اور امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑے گا اور اسی طرح اس کی قربت کے خوف سے گناہ نہیں کرے گا۔

جب اللہ تعالیٰ کی قربت کا احساس حقیقی معنوں میں کسی بندے میں جنم لیتا ہے تو ساتھ ہی اس کی ذات سے توکل، یقین اور شکر کا رشتہ قائم ہوجاتا ہے کہ وہی رزق دے گا، وہی کرم کرے گا، وہی شفا دے گا، وہی خیر کرے گا اور وہی سنبھال لے گا۔ پس شکر بھی اسی کے ساتھ جڑتا ہے اور اگر کبھی تکلیف آجائے تو شکوہ بھی نہیں کرتا۔ تکلیف ڈانٹ کو کہتے ہیں۔ یہ جو تکلیفیں آتی ہیں یہ ماں کی ڈانٹ کی مانند ہیں جیسے ماں کی ڈانٹ بچے کو تکلیف لگتی ہے، وہ ایک لمحے کے لیے روتا ہے مگر ماں سے بدظن نہیں ہوتا، اس لیے کہ اس کی ڈانٹ بھی پیار کے خمیر سے نکلی ہے۔ جو بندہ اللہ کے ساتھ بچے کی طرح اس طرح کا تعلق قائم کرلے پھر اللہ کی طرف سے اگر ڈانٹ ڈپٹ بھی آئے، تکلیفیں اور مصائب و آلام بھی آئیں تو بندہ شکوہ نہیں کرتا۔ وہ سوچتا ہے کہ اس کی طرف سے آئی ہیں، مجھے درست کرنے اور میری خیر کے لیے ہی آئی ہوں گی۔ لہٰذا جب بندہ ہر اعتبار سے اللہ کے قریب ہوجائے تو بندہ ولی اللہ ہوجاتا ہے۔

رب تعالیٰ کی آواز آرہی ہے کہ انی قریب میں بہت ہی قریب ہوں مگر ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہمارے کانوں کو سنائی نہیں دے رہی۔ چونکہ سنائی نہیں دے رہی اس لیے سمجھ نہیں آرہا کہ کون ہمارے اتنا قریب ہے۔ افسوس کہ ہمیں اس کے قریب ہونے کا شعور نہیں ہورہا، جب یہ شعور اور احساسِ قربت بیدار ہوجائے اور آوازِ قربت سنائی دینے لگے تو بندہ بچے اور ماں کے تعلق سے کئی گنا بڑھ کر اپنے مولیٰ کی قربت کے احساس میں کھو جاتا ہے۔

روحانی لذات و کیفیات کا احساس

جب ہم کھانا کھاتے ہیں تو اس کی ایک لذت اور ذائقہ محسوس ہوتا ہے، جب ہم کسی باغ میں جاتے ہیں اور خوبصورت پھل، پھول اور منظر دیکھتے ہیں، آبشاروں اور بہتے ہوئے دریاؤں کو دیکھتے ہیں، زمینی خوبصورتی کو دیکھتے ہیں تو اس منظر کا ایک احساس جنم لیتا ہے جس سے دل و دماغ میں تازگی محسوس کرتے ہیں۔ جس طرح یہ مادی محسوسات ہیں، اسی طرح غیر مادی احساسات یعنی تصورات کی بھی ایک لذت ہوتی ہے۔ کبھی ہم کسی پرانے گزرے ہوئے پیارے لمحے کو یاد کرکے بھی ایک لذت لیتے ہیں۔۔۔ کبھی اللہ کا ذکر یا کوئی خوبصورت نعت سنتے ہیں تو اس آواز سے لذت لیتے ہیں۔۔۔ اسی طرح جب بندہ قلب و روح کے ساتھ یہ محسوس کرنے لگے کہ مولا میرے قریب ہے اور وہ مجھے بچانے والا ہے۔۔۔ میری حفاظت کرنے والا

ہے۔۔۔ میری حاجت روائی کرنے والا ہے۔۔۔ مجھے تاریکی سے نکالنے والا ہے۔۔۔ مجھے نور کی طرف لے جانے والا ہے۔۔۔ وہ مجھے بلند و برتر کرنے والا ہے۔۔۔ وہ ہر حال میں مجھے سنبھالنے والا ہے۔۔۔ وہ میرے ساتھ کرم و فضل کرنے والا ہے۔۔۔ ان ہی تصورات و خیالات اور اس کی عنایات و عطایا کو سوچتے سوچتے بندہ یہاں تک جا پہنچے کہ ایک دن وہ آئے گا کہ پردہ اٹھا کر وہ مجھے اپنا حسن دکھانے والا ہے۔ تو جب بندہ اس کو قریب جان کر ان تصورات میں گم ہوتا ہے تو وہ بندہ اپنے مولا کے ساتھ ایک وارفتگی کی کیفیت میں ڈوب جاتا ہے۔

قربتِ الٰہی ایک عظیم خزانہ ہے

افسوس کہ ہم اللہ کی قربت کے احساس سے محروم ہیں۔ ہم اللہ کے قریب ہورہے ہیں اور نہ اس کی دوستی اور ولایت سے بہرہ یاب ہورہے ہیں جبکہ اس کی طرف سے دوستی، ولایت اور قربت قائم ہے۔ ہم اس سے دور کیوں ہیں؟ اس کا سبب یہ ہے کہ نفس نے ہمارے اندر اللہ سے دوری کے مختلف اسباب پیدا کررکھے ہیں، نفس نے ایسی تہیں (Layers) ہمارے اندر پیدا کردی ہیں جو ہمارے اندر سے اللہ رب العزت کی قربت کے شعور کو دبا دیتی ہیں۔ یاد رکھیں کہ اللہ کی قربت ایک نعمت اور ایک عظیم روحانی خزانہ ہے اور خزانہ کبھی زمین پر ہر ایک کے سامنے نمایاں کرکے کوئی نہیں رکھتا بلکہ خزانہ زمین کی دبیز تہوں کے اندر چھپا ہوا ہوتا ہے۔ ہم روزمرہ معمول میں دیکھتے ہیں کہ مختلف ملکوں میں تیل برآمد ہوتے ہیں سمندروں میں ہوں یا صحراؤں یا پہاڑوں میں ہوں تو کئی کئی ہزار میٹر نیچے کھدائی کرتے ہیں، یہ الگ بات کہ کسی کو ملتا ہے اور کسی کو نہیں ملتا، مگر جس کو بھی ملتا ہے وہ کھدائی سے ملتا ہے۔ اسی طرح سونا چاندی، ہیرے، موتی اور قیمتی دھاتیں الغرض جملہ خزانے ہر کوئی چھپا کر رکھتا ہے۔ اللہ کی قربت اور ولایت بھی بڑا خزانہ ہے اور اسے بھی اس نے ہر ایک کے لیے نہیں رکھا۔ اس نے ہماری زندگی میں اپنی ولایت اور قربت کا خزانہ بھی دبیز تہوں کے نیچے چھپا کر رکھا ہے۔ بغیر کھدائی کے تو کوئلہ، نمک، پانی اور تیل نہیں ملتا تو اللہ کی قربت معرفت اور ولایت کا خزانہ بغیر محنت کے کیسے ملے گا۔

غفلت کے پردے اور تہیں کیا ہیں؟

اللہ رب العزت کی قربت کے خزانے تک رسائی کے لیے جو کھدائی کرنی پڑتی ہے، اس کھدائی کو مجاہدہ اور ریاضت کہتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کھدائی کس چیز کی کرنی ہے؟ دراصل غفلت کی ان تہوں کو کھودنا اور دور ہٹانا مقصود ہے جو اللہ سے دور کرنے اور اللہ کی قربت کے شعور کو دبا دینے والی ہیں، ان تہوں کو ریاضت اور مجاہدے کے ذریعے ختم کرنا ہے۔ ان تہوں کا ذکر اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں کیا ہے جن کے نیچے اللہ کی قربت، ولایت اور معرفت کا خزانہ پڑا ہے جس کا ہمیں شعور نہیں۔ وہ تہیں کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ط ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ. (آل عمران، ۳:۱۴)

’’لوگوں کے لیے ان خواہشات کی محبت (خوب) آراستہ کر دی گئی ہے (جن میں) عورتیں اور اولاد اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان کیے ہوئے خوبصورت گھوڑے اور مویشی اور کھیتی (شامل ہیں)، یہ (سب) دنیوی زندگی کا سامان ہے، اور اللہ کے پاس بہتر ٹھکانا ہے‘‘۔

وہ شہوتیں کیا ہیں؟ **الذھب والفضہ** (سونے اور چاندی) سے مال و دولت کی طرف اشارہ ہے۔ **والخیل المسومة** (نشان زدہ گھوڑے) سے طاقت، حکومت، عہدہ، منصب اور سلطنت کی طرف اشارہ ہے۔ **والانعام والحرث** سے معیشت اور ذرائع و وسائل کی طرف اشارہ ہے۔ الغرض یہ ساری چیزیں انسانی زندگی میں چھوٹے درجے کی بھی ہیں اور بڑے لیول کی بھی ہیں۔ ہر کسی کی اپنی حیثیت کے مطابق خواہشات ہیں۔ اللہ رب العزت نے دنیوی زندگی کے ساز و سامان کی ساری خواہشات کو شہوات کا نام دیا ہے۔

شہوت کیا ہے اور کہاں سے جنم لیتی ہے؟

اس آیتِ مبارکہ میں تین الفاظ استعمال کیے گئے:

۱. زین ۲. حب ۳. شہوات

شہوات سے پہلے حُب کا لفظ استعمال کیا جس کا معنی خواہش ہے اور شہوت کا معنی بھی خواہش ہے مگر ’’حب الشہوات‘‘ سے مراد ایسی خواہش ہے جو دل سے چمٹ جائے، جو دل کو اپنے گھیرے میں لے لے، دل میں رغبت اور طلب پیدا کرے۔ لہٰذا ایسی خواہش جو اس درجے پہ ہو کہ زندگی کی طلب (Demand) اور مضبوط خواہش بن جائے، جو دل کو قابو کرلے تو ایسی خواہش کو شہوت کہتے ہیں۔

یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ شہوت عام خواہش سے جنم لیتی ہے۔ مثلاً: کسی بڑے گھر کو دیکھا، کوئی کوٹھی دیکھی، کوئی کار دیکھی، کسی پاورفل شخص کو دیکھا، کسی کا عہدہ، منصب دیکھا، کسی کی پُرسکون زندگی دیکھی، عیاشی دیکھی، طاقت دیکھی، الغرض جو کچھ دنیا میں زندگی کا ماحول اور منظر دیکھا تو ان کے بارے میں ایک خواہش پیدا ہوتی ہے، اگر یہ خواہش محض خیال (Thought) ایک Idea اور Desire تک رہے تو اس کو عربی میں ’’الھویٰ‘‘ کہتے ہیں جس کا معنی میل النفس الی الشھوۃ ہے یعنی ھویٰ اس خواہش کو کہتے ہیں جو بندے کے اندر شہوت کا میلان پیدا کرے، جو دل پر غلبہ و قابو پالینے کا Potential (صلاحیت) رکھتی ہو، دل پر چھا جانے اور دل کو اپنے کنٹرول میں لے لینے کی طاقت رکھتی ہو۔ گویا ’’ھویٰ‘‘ شہوت کا مصدر ہے اور شہوت ’’ھویٰ‘‘ سے جنم لیتی ہے۔

کوئی شخص دنیا میں ایسا نہیں جو خواہش سے پاک ہو، لہٰذا محض اچھی خواہش رکھنے یا خواہش کرنے میں کوئی برائی نہیں۔ اس لیے خواہش کو اللہ تعالیٰ نے برا نہیں کہا لیکن جب وہ خواہش دل پر چھا جاتی ہے تو وہاں سے برائی شروع ہوتی ہے اور بندہ پھسلنے اور ڈگمگانے لگتا ہے۔ جب تک خواہش تھی، اس وقت تک بندہ اس کو اپنا بھی سکتا تھا اور اس کو چھوڑ بھی سکتا تھا، اس کو بڑھا بھی سکتا تھا اور پھینک بھی سکتا تھا۔ اس لیے کہ خواہش (ھویٰ) ایک ایسی آرزو اور خیال ہے کہ جس پر بندے کا قابو اور کنٹرول ہے۔ یعنی اگر بندہ اسے چھوڑنا چاہے تو وہ آسانی سے چھوٹ بھی جائے۔ دوسرے الفاظ میں خواہش بندے پر غالب نہ ہو تو پھر ’’ھویٰ‘‘ ہے اور اگر خواہش (ھویٰ) بندے پر غالب ہوجائے تو وہ ’’شہوت‘‘ ہے۔ بندہ طاقتور رہے تو وہ خواہش ’’ھویٰ‘‘ ہے اور اگر بندہ خواہش کے مقابلے میں کمزور ہوجائے تو سمجھیں خواہش بڑھ کر شہوت بن گئی ہے اور اب اس کے دل میں اس کی رغبت آگئی ہے، دل اس میں Involve ہوگیا ہے، اب ہمہ وقت دل اسے سوچنے لگا ہے، اس کی چاہت کی طرف چلا گیا ہے اور دل اب اس کو حاصل کرکے ہی آرام پائے گا اور اگر وہ چیز نہیں ملی تو دل بے آرام ہوگا۔ اگر خواہش اس درجے تک چلی جائے کہ دل کو بے چین کردے، دل کے سکون کے ساتھ جڑ جائے، دل پہ قابو پالے تو اب اس ’’ھویٰ‘‘ کو شہوت کا نام دیا جائے گا۔

مطلقاً شہوت کو بھی اللہ تعالیٰ نے برا نہیں کہا کیونکہ یہاں تک بندے کے اختیار میں ہے کہ ریاضت کے ذریعے اسے کمزور کردے، اس پر کنٹرول پالے۔ یہ بندے پر Depend کرتا ہے کہ اس کا شعور بیدار ہو اور اسے یہ خیال آئے کہ میں مغلوب اور کمزور ہوتا جارہا ہوں، میں اپنی خواہشات کا غلام ہوتا جارہا ہوں، میری خواہش میرے اوپر سوار ہوتی جارہی ہے۔ بس یہ وہ لیول ہے جہاں بندے نے حد قائم کرنی ہے کہ بندہ خواہش پر سوار ہے یا خواہش بندے پر سوار ہے؟ اگر خواہش بندے پر سوار ہوجائے تو یہ ’’شہوت‘‘ ہے اور اگر بندہ خواہش پر سوار ہے تو یہ ’’ھویٰ‘‘ ہے۔

شہوت؟ محبت میں کب بدلتی ہے؟

اگر شہوت میں دوام آجائے اور وہ ہر وقت بندے کے دل کو پکڑے رکھے، دل کے ساتھ چمٹ جائے، اس کے اندر جم جائے اور چھوڑنے کا نام نہ لے تو وہ محبت ہے۔ جب بندہ غالب تھا، تو وہ خواہش تھی، اب خواہش بندے کے اوپر سوار ہوگئی تو شہوت ہوگئی اور اگر وہ شہوت جم گئی اور دل سے ہٹنے کا نام ہی نہیں لیتی اور بندے کے بس میں بھی نہیں رہا کہ وہ اس سے ہٹ سکے بلکہ رات دن، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، خلوت و

جلوت میں وہی دھیان رہے تو سمجھیں اب اس نے بندے کو قابو کرلیا ہے، اب یہ محبت ہے۔ اب شہوت پر محبت کا رنگ چڑھ گیا ہے۔ پس خواہش سے شہوت بنی اور شہوت سے محبت بنی۔

جب شہوتوں کے ساتھ محبت ہوجاتی ہے تو اس کا مطلب ہے بندہ شہوت میں اس طرح گھر جاتا ہے کہ اب وہ رات دن زندگی کے کسی لمحے بھی ان سے جان ہی نہیں چھڑا سکتا، وہ اس کے دل و دماغ پر مسلط ہوجاتی ہے۔ اس کو خیال ہی یہی رہتا ہے کہ ''اب میں نے یہ حاصل کرکے چھوڑنا ہے۔۔۔ وہ نہ ملا تو میں برباد ہوگیا۔۔۔ میرا سکون ختم ہوگیا۔۔۔ میرا کچھ بھی نہ بچا۔۔۔ میں ختم ہوگیا''۔۔۔ اس طرح کے خیالات اُسے گھیرے رکھتے ہیں۔

خطرات کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے؟

شہوت Itself نہ اچھائی ہے نہ برائی اور نہ نیکی ہے نہ بدی۔ یہ نفس کی ایک کیفیت ہے۔ Depend کرتا ہے کہ اس کا ٹارگٹ کیا ہے؟ اس کی منزل اچھائی کی طرف ہے تو اچھائی کی طرف لے جائے گی، برائی کی طرف ہے تو برائی ہلاکت میں ڈال دے گی۔ جب شہوت کے ساتھ محبت جمع ہوجائے تو یہاں سے خطرات شروع ہوجاتے ہیں۔ یہاں محبت بندے کو فتنہ اور آزمائش میں ڈال دیتی ہے اور بندہ اپنا توازن کھو دیتا ہے۔ اب قرآن مجید نے ''حب الشھوات'' کے اوپر ایک تیسرے لفظ ''زُيِّنَ'' کا اضافہ کیا، فرمایا:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ یعنی اگر شہوتوں کو محبت گھیر لے اور پھر شہوتوں کی محبت آراستہ و مزیّن ہوجائے، اس کو زینت مل جائے، وہ Attractive بن جائے، بڑی خوبصورت لگے تو گویا پہلے شہوت تھی اب شہوت پر محبت چڑھ گئی، محبت پر زینت و آراستگی چڑھ گئی، اس کی ڈیکوریشن ہوگئی تو جب یہ تین چیزیں جمع ہوجائیں تو یہ تہیں بن جاتی ہیں۔ جس سے اللہ کی قربت کا حُسن نظر آنا ختم ہوجاتا ہے، اللہ کی قربت کا احساس ختم ہوجاتا ہے اور اللہ کی قربت کا خزانہ بہت نیچے دب جاتا ہے۔

انسان کی زندگی میں شہوتیں تہہ در تہہ موجود ہیں۔ عورتوں، اولاد، پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں، خونی رشتوں، سونے چاندی، مال و دولت، امیری، سلطنت، منصب، طاقت، حکومت، زراعت، آسائش الغرض یہ ساری شہوتیں پردے بن جاتی ہیں اور یہ پردے تہہ در تہہ اللہ کی قربت کے احساس اور شعور کو دباتے چلے جاتے ہیں۔ بندہ چونکہ انہیں روکتا نہیں، اس لیے ان کی خوبی یہ ہے کہ اگر ان کو روکا نہ جائے تو بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ درخت یا کسی بیل کی مثال لے لیں کہ ان کی کانٹ چھانٹ نہ کی جائے تو وہ پھیلتی چلی جاتی ہے۔ درخت کی کانٹ چھانٹ نہ کریں تو اس کی شاخیں نکلتی چلی جاتی ہیں۔ اسی طرح شہوت کا درخت بڑھتا چلا جاتا ہے پھر اس سے سو شاخیں نکلیں گی، ان پر پھل لگیں گے، یہ بڑھتا چلا جائے گا اور تناور درخت ہوجائے گا کیونکہ اس کو محبت کا پانی ملتا ہے اور محبت کے پانی سے شہوتوں کا درخت تناور ہوتا ہے۔

یہ شہوت ہر شخص کی زندگی میں ہے۔ ابتدا میں وہ خواہش تھی جب تک بیلنس رہے تو جائز ہوتی ہے اور جب وہ توازن کھو دے تو وہی جائز خواہش ناجائز ہوجاتی ہے۔ روزگار کی خواہش جائز ہے لیکن جب روزگار کو اپنے اوپر اتنا سوار کرلیں کہ مال و دولت کی وجہ سے حلال وحرام کا فرق مٹادیں تو وہ ناجائز ہوگیا۔ عزت کی خواہش جائز ہے مگر اپنی عزت دوسرے کی بے عزتی، خود پسندی یا خود پرستی کا باعث بننے لگے اور اپنی عزت کے سوا کچھ دکھائی و سجھائی نہ دے تو یہ شہوت بن گئی اور گناہ ہوگیا۔ اسی طرح راحت کی خواہش بری چیز نہیں ہے، مگر بندہ راحت کا غلام بن جائے کہ راحت کے بغیر رہ ہی نہ سکے اور اگر راحت نہ ملے تو شکایت جنم لے تو وہ راحت کے حصول کی یہ خواہش ناجائز کے دائرے میں چلی گئی۔

ہر خواہش اگر بری چیز کی نہیں ہے تو اصلاً جائز ہوتی ہے، مگر جب وہ حد کراس کرتی ہے اور شہوت کے دائرے میں داخل ہوتی ہے تو برائی کی رینج میں آجاتی ہے۔ پھر جب اس خواہش پر محبت کا غلبہ ہوجاتا ہے تو بڑی آزمائش بن جاتی ہے اور پھر اگر آراستہ ہوجائے تو آنکھوں پر پردے چڑھ جاتے ہیں، بندہ اندھا ہوجاتا ہے اور اس کو شعور ہی نہیں رہتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قربت سے کس قدر محروم ہوگیا۔ پھر بندے کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ میں اللہ کے حکم سے کتنا دور چلا گیا۔ اسے

نافرمانیوں کی تاریکیاں نظر نہیں آتیں اور اپنی نافرمانی، ظلم اور گناہ کا احساس نہیں ہوتا۔ گناہ کرکے بھی اُس کے گناہ ہونے کا احساس نہیں ہوتا۔ یہ ساری چیزیں اس لیے ہوتی ہیں کہ تین قسموں کی تہیں چڑھ جاتی ہیں:

پہلے شہوت کی تہیں تھیں پھر اوپر محبت کی تہیں چڑھیں اور پھر زینت کی تہیں چڑھیں۔ یہ ساری تہیں جب ملتی ہیں تو اللہ کی قربت، اس کی بندگی اور اس کے کے ساتھ تعلق و ولایت کا احساس ختم ہوجاتا ہے جس کے نتیجے میں بندہ اللہ سے دور چلا جاتا ہے۔

خلاصہ کلام

ہدایت کی ابتداء یہ ہے کہ جب بندے کا شعور بیدار ہوجائے کہ اللہ میرے قریب تھا، اللہ میرے قریب ہے اور اللہ سے بڑھ کر کوئی اور میرے قریب نہیں ہوسکتا لیکن افسوس کہ میں اللہ سے دور ہوگیا ہوں۔ جب یہ شعور آجائے کہ اللہ سے مجھے کس کس شے نے دور کر رکھا ہے۔۔۔؟ مجھے اللہ کی قربت کے احساس سے محروم کرنے کے کیا کیا اسباب ہیں۔۔۔؟ اللہ سے دور ہونے کا احساس جب اس طرح بیدار ہوجائے اور بندہ سوچے کہ اب دوری کیسے ختم ہوگی تو سمجھیں اس کی زندگی میں ہدایت کی ابتداء ہوگئی۔ یہ احساس پیدا ہوجانا کہ اللہ کی دوری کیسے ختم ہو اور اللہ کی قربت مجھے کیسے نصیب ہو؟ اس احساس کی بیداری کو "بدایة الهدایة" کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس شعور کی بیداری نصیب فرمائے۔ منہاج القرآن کی تمام سرگرمیاں دراصل اسی شعور کو بیدار کرنے کی کاوشیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قربت کا وہ شعور جس پر ہماری غفلت، شہوت، دنیوی محبت اور دنیوی آرائش و زینت کی وجہ سے تہیں چڑھ گئی ہیں اور جن کی وجہ سے ہمارے اندر احساسِ قربت ختم ہوگیا ہے، اس احساس کو بیدار کرنے اور اللہ کی قربت کے خزانے تک پہنچنے کے لیے ہم میں سے ہر ایک کو صدقِ دل اور خلوص سے عمل پیرا ہونا ہوگا۔ ❁❁❁❁

انا للہ وانا الیہ راجعون

گذشتہ ماہ محترم رضا طاہر (ممبر مرکزی سوشل میڈیا آفس) کے والد محترم علامہ قاری احمد رضا خان قادری (ناظم تربیت TMQ چکوال)، محترم محبوب حسین (ڈپٹی ایڈیٹر مجلّہ) کے ماموں جان (مظفر گڑھ)، محترم مرزا محمد حنیف صابری (pp-153 واہگہ ٹاؤن لاہور)، محترم محمد ہارون (للیانی، قصور)، محترم محمد خالد محمود (ناظم مالیات PP-151B سمبڑیال سیالکوٹ) کا بھتیجا، محترم مشتاق احمد قادری (ناظم TMQ اسلام آباد) کے ماموں، محترم حسن محمد نسیم (ناظم ممبر شپ TMQ اسلام آباد) کی ہمشیرہ، محترم ذوالفقار احمد (ناظم ویلفیئر TMQ این اے 52 اسلام آباد) کے سسر، محترم راجہ آصف (رہنما PAT و TMQ کوٹلی آزاد کشمیر) کے ماموں، محترم محمد خاں (لودھرے۔ پنڈی بھٹیاں) کی والدہ محترمہ، محترم اصغر علی (نائب قاصد نائب ناظم اعلیٰ کوآرڈینیشن) کے تایا جان (نوشہرہ ورکاں)، محترم محمد منیر قادری (بوتالہ شرم سنگھ) کے کزن محترم ریاض احمد منہاس، محترم پروفیسر محمد یوسف (ضلعی ناظم سمندری) کے والد محترم، محترم محمد ادریس گوندل (پنڈی بھٹیاں) کی ساس، محترم پیر حیات علی شاہ (نیکو کارہ لودھرے)، محترم حافظ بشیر احمد (لودھرے) کے والد محترم محمد اصغر، محترم ڈاکٹر ابرار حسین (صدر MYL ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ) کی والدہ محترمہ، محترم لیاقت علی وٹو (جلال پور بھٹیاں) کی پھوپھو جان، محترم محمد نواز انجم (سیالکوٹ) کے چھوٹے بھائی محترم عبدالرزاق، محترم ناصر مہر (سمڑیال) کے چھوٹے بھائی، محترم سیف اللہ تارڑ (ناظم TMQ ضلع منڈی بہاؤالدین) کے والد محترم، محترم حافظ محمد یاسین (پی پی 91۔ گوجرانوالہ) کے والد محترم، محترم خالد محمود پلمبر (سرسالہ کوٹلہ) کے پھوپھا جان محترم محمد عالم دھمتل، محترم مرزا سکندر حیات تبسم (بھنڈ گراں ۔کوٹلہ) کی والدہ محترمہ، محترم معراج دین (جنڈالہ کوٹلہ) کے بہنوئی محترم بشارت حسین، محترم محمد شکیل سیال (بہک احمد یار ونیکے تارڑ) کا بیٹا، محترم مہر محمد سلیم (گوجرانوالہ) کی بیٹی، محترم میاں اکرام الحق (پی پی 66) کی والدہ محترمہ، محترم میاں ریحان مقبول (چک جھمرہ) کی ساس، محترم عبدالحفیظ نقشبندی (پی پی 71 فیصل آباد) اور محترم ضیغم حفیظ (کالروالہ) کے والد محترم قضائے الٰہی سے انتقال فرماگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرکزی سیکرٹریٹ اور گوشہ درود میں موجود احباب نے جملہ مرحومین کی مغفرت و بخشش کے لئے خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

مُکرَہ کی زبانی طلاق کے احکامات

دین میں کسی قسم کی تنگی نہیں ہے

میاں بیوی باہمی رضامندی سے رہنا چاہیں تو کوئی جبراً الگ نہیں کرسکتا

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

مُکرَہ ایسے شخص کو کہتے ہیں جس سے زبردستی دھمکی کے ذریعہ سے کوئی ایسا کام کروایا جائے جسے وہ سخت ناپسند کرتا ہو اور وہ شخص اس کام کو کرنا بھی نہ چاہتا ہو لیکن دھمکی، خوف اور ڈر کے مارے اُسے وہ کام کرنا پڑے۔ جیسا کہ ابو منصور محمد بن احمد مُکرَہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

وَأَمْرةٌ كَرِيهٌ: مَكْرُوهٌ، وَامْرَأَةٌ مُسْتَكْرَهَةٌ إذا غُصِبَتْ نَفْسُهَا، وَأَكْرَهْتُ فلاناً: حَمَلْتُهُ عَلَى أَمْرٍ هُوَلَهُ كَارِهٌ، وَالْكَرِيهَةُ الشِدَّةُ فِي الْحَرْبِ، وَكَذٰلِكَ كَرَايِهُ الدَّهْرِ: نَوَازِلُ الدَّهْرِ.

مکروہ وناپسندیدہ بات، عورت کو مکرہ کیا گیا، جب اس کے نفس کو غصب کیا جائے، میں نے فلاں کو مکرہ کیا، اسے اس کی ناپسندیدہ بات پر مجبور کیا۔ جنگ میں شدّت، یونہی زمانے کے مصائب وآلام۔

(الأزهري، تهذيب اللغة، ٦: ١١، بيروت: دار إحياء التراث العربي)

صاحبِ العین خلیل بن احمد الفراهیدی اور ابن منظور الافریقی بیان کرتے ہیں:

وَأَكْرَهْتُهُ حَمَلْتُهُ عَلَى أَمْرٍ وَّهُوَ كَارِهٌ.

میں نے اسے ایسے کام پر مجبور کیا جس کو وہ ناپسند کرتا تھا۔

(فراهيدي، العين، ٣: ٣٧٦، دار ومكتبة الهلال۔ ابن منظور، لسان العرب، ١٣: ٥٣٥، بيروت: دار صادر)

عبد العزیز بن احمد بن محمد، علاء الدین بخاری حنفی شرح اصول بزدوی کشف الاسرار میں اکراہ کی تعریف لکھتے ہیں:

حَمْلُ الْغَيْرِ عَلَى أَمْرٍ يَمْتَنِعُ عَنْهُ بِتَخْوِيفٍ يَقْدِرُ الْحَامِلُ عَلَى إِيقَاعِهِ وَيَصِيرُ الْغَيْرُ خَائِفًا بِهِ.

آدمی جس کام سے باز رہنا چاہتا ہو، اس کو اس کے نہ کرنے پر ایسی دھمکی کے ذریعہ مجبور کرنا جس کے کر گزرنے پر آمادہ کرنے والا قادر ہو اور دوسرا شخص اس کی دھمکی سے خوف زدہ ہو۔

(علاء الدين، كشف الأسرار، ٤: ٥٣٨، بيروت: دار الكتب العلمية)

دین میں تنگی نہیں

یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ بصورتِ جبر و اکراہ اور اضطرار، احکام شرع میں رعایت وسہولت ہوتی ہے۔ دین میں تنگی نہیں ہے۔ اس حوالے سے چند ارشاداتِ الٰہی درج ذیل ہیں:

مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِنْ حَرَجٍ.

اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے۔ (المائدة، ٥: ٦)

باری تعالٰی نے واضح الفاظ میں فرمایا:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ.

اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔ (الحج ٢٢: ٧٨)

اور سورۃ الاحزاب میں فرمایا:

كَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ.

تاکہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے۔ (الأحزاب، ٣٣: ٣٧)

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهُ.

نبی پر کوئی حرج نہیں اس بات میں جو اللہ نے اس کے لیے مقرر فرمائی۔ (الأحزاب، ۳۳: ۳۸)

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حالتِ مجبوری اور اکراہ میں حرام کردہ چیزیں کھا کر جان بچانے کی رخصت رکھی ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَلِكُمْ فِسْقٌ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌo

تم پر مردار (یعنی بغیر شرعی ذبح کے مرنے والا جانور) حرام کر دیا گیا ہے اور (بہایا ہوا) خون اور سؤر کا گوشت اور وہ (جانور) جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو اور گلا گھٹ کر مرا ہوا (جانور) اور (دھار دار آلے کے بغیر کسی چیز کی) ضرب سے مرا ہوا اور اوپر سے گر کر مرا ہوا اور (کسی جانور کے) سینگ مارنے سے مرا ہوا اور وہ (جانور) جسے درندے نے پھاڑ کھایا ہو سوائے اس کے جسے (مرنے سے پہلے) تم نے ذبح کر لیا، اور (وہ جانور بھی حرام ہے) جو باطل معبودوں کے تھانوں (یعنی بتوں کے لیے مخصوص کی گئی قربان گاہوں) پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ (بھی حرام ہے) کہ تم پانسوں (یعنی فال کے تیروں) کے ذریعے قسمت کا حال معلوم کرو (یا حصے تقسیم کرو)، یہ سب کام گناہ ہیں۔ آج کافر لوگ تمہارے دین (کے غالب آ جانے کے باعث اپنے ناپاک ارادوں) سے مایوس ہو گئے، سو (اے مسلمانو!) تم ان سے مت ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرا کرو۔ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو (بطور) دین (یعنی مکمل نظامِ حیات کی حیثیت سے) پسند کر لیا۔ پھر اگر کوئی شخص بھوک (اور پیاس) کی شدت میں اضطراری (یعنی انتہائی مجبوری کی) حالت کو پہنچ جائے (اس شرط کے ساتھ) کہ گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو (یعنی حرام چیز گناہ کی رغبت کے باعث نہ کھائے) تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ (المائدة، ۵: ۳)

حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فَمَنِ احْتَاجَ إِلَى تَنَاوُلِ شَيْءٍ مِنْ هَذِهِ الْمُحَرَّمَاتِ الَّتِي ذَكَرَهَا تَعَالَى لِضَرُورَةٍ أَلْجَأَتْهُ إِلَى ذَلِكَ، فَلَهُ تَنَاوُلُ ذَلِكَ، وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ لَهُ؛ لِأَنَّهُ تَعَالَى يَعْلَمُ حَاجَةَ عَبْدِهِ الْمُضْطَرِّ، وَافْتِقَارَهُ إِلَى ذَلِكَ، فَيَتَجَاوَزُ عَنْهُ وَيَغْفِرُ لَهُ. وَفِي الْمُسْنَدِ وَصَحِيحِ ابْنِ حِبَّانَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى رُخْصَته كَمَا يَكْرَهُ أَنْ تُؤْتَى مَعْصِيته لَفْظُ ابْنِ حِبَّانَ: وَفِي لَفْظٍ لِأَحْمَدَ مَنْ لَمْ يَقْبَلْ رُخْصَةَ اللَّهِ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلَ جِبَالِ عَرَفَةَ. وَلِهَذَا قَالَ الْفُقَهَاءُ: قَدْ يَكُونُ تَنَاوُلُ الْمَيْتَةِ وَاجِبًا فِي بَعْضِ الْأَحْيَانِ، وَهُوَ مَا إِذَا خَافَ عَلَى مُهْجَتِهِ التَّلَفَ وَلَمْ يَجِدْ غَيْرَهَا، وَقَدْ يَكُونُ مَنْدُوبًا، وَقَدْ يَكُونُ مُبَاحًا بِحَسْبِ الْأَحْوَالِ.

جیسے ان حرام چیزوں میں سے جن کا اللہ نے ذکر کیا ہے کسی کے کھانے کی ضرورت پڑ جائے تو وہ مجبوراً انہیں کھا سکتا ہے، اور اسے اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس لئے کہ اللہ اپنے بے بس بندے کی مجبوری اور محتاجی کو خوب جانتا ہے۔ لہٰذا وہ بخشتا اور در گذر فرماتا ہے۔ مسند احمد اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنی رخصت پر عمل کرنے کو ایسے ہی پسند فرماتا ہے جیسے اپنی نافرمانی کو ناپسند فرماتا ہے جیسے اپنی نافرمانی پر ناراض ہوتا ہے۔ اور امام احمد کے الفاظ ہیں کہ جو شخص اللہ کی رخصت و رعایت کو قبول نہ کرے اس پر میدان عرفات کے پہاڑوں جتنا گناہ ہے اسی لئے فقہاء نے کہا کبھی مردار کھانا واجب ہو جاتا ہے اور وہ اس حال میں کہ بھوک سے مرنے کا خوف ہو اور کچھ کھانے کو نہ ملے، کبھی مستحب اور کبھی مباح اس کا مدار حالات پر ہے۔

(ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۱۵، بیروت: دار الفکر)

امام قرطبی فرماتے ہیں:

يَعۡنِي مَنۡ دَعَتۡهُ ضَرُورَةٌ إِلَى أَكۡلِ الۡمَيۡتَةِ وَسَائِرِ الۡمُحَرَّمَاتِ فِي هَذِهِ الۡآيَةِ وَالۡمَخۡمَصَةُ الۡجُوعُ وَخَلَاءُ الۡبَطۡنِ مِنَ الطَّعَامِ.

یعنی جس آدمی کو ضرورت پڑ جائے مردار اور باقی حرام کھانوں کی جو اس آیت میں مذکور ہیں۔ اور مخمصۃ سے مراد بھوک اور پیٹ کا کھانے سے خالی ہونا ہے۔

(قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۶: ۶۴، القاہرۃ: دار الشعب)

قاضی بیضاوی اور محمد بن محمد بن مصطفیٰ العمادی فرماتے ہیں:

قَصَرَ حُرۡمَتُهُ عَلَى حَالِ الۡإِخۡتِيَارِ كَأَنَّهُ قِيلَ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيۡكُمۡ هَذِهِ الۡأَشۡيَاءِ مَالَمۡ تَضۡطَرُوا إِلَيۡهَا.

ان حرام چیزوں کو کھانا صرف حالت اختیار میں مخصوص ہے، گویا فرمایا گیا یہ تمام چیزیں تم پر حرام اس وقت ہیں جب تم ان کے کھانے کے لئے مجبور و بے بس نہ ہو، اگر مجبور و بے بس ہو تو ان حرام چیزوں کا کھانا تم پر حرام نہیں۔

(بیضاوی، أنوار التنزیل وأسرار التأویل، ۱: ۴۵۰، العمادی، إرشاد العقل السلیم إلی مزایا القرآن الکریم، ۱: ۱۹۱)

قاضی بیضاوی مزید فرماتے ہیں:

وَالۡمَعۡنَى فَمَنِ اضۡطُرَّ إِلَى تَنَاوُلِ شَيۡءٍ مِنۡ هَذِهِ الۡمُحَرَّمَاتِ فِي مَخۡمَصَةٍ (مَجَاعَةٍ) غَيۡرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثۡمٍ غَيۡرَ مَائِلٍ لَهُ وَمُنۡحَرِفٍ إِلَيۡهِ بِأَنۡ يَأۡكُلَهَا تَلَذُّذًا أَوۡ مَجَاوِزًا حَدَّ الرُّخۡصَةِ كَقَوۡلِهِ: غَيۡرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ لَا يُؤَاخِذُهُ بِأَكۡلِهِ.

مطلب یہ ہے کہ جو شخص مجبور و بے بس ہو ان مذکورہ اشیاء کے بوقت بھوک کھانے میں گناہ کی طرف مائل نہ ہو کہ مزے اور چٹخارے کے لئے کھائے یا حد رخصت سے آگے بڑھ جائے، تو ان اشیاء کے کھانے پر اللہ مواخذہ نہیں فرماتا۔

(بیضاوی، أنوار التنزیل وأسرار التأویل، ۲: ۲۹۵)

اگر کوئی شخص اپنی جان، مال عزت بچانے کے لئے کلمہ کفر بول دے مگر اس کا دل ایمان اور اطمینان سے لبریز ہو تو ایسی حالت میں کلمہ کفر بولنے پر وہ کافر نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ کفر کہنے کی رخصت عطا فرمائی ہے:

مَنۡ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنۡ بَعۡدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنۡ أُكۡرِهَ وَقَلۡبُهُ مُطۡمَئِنٌّ بِالۡإِيمَانِ وَلَكِنۡ مَنۡ شَرَحَ بِالۡكُفۡرِ صَدۡرًا فَعَلَيۡهِمۡ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيمٌo (النحل، ۱۶: ۱۰۶)

جو شخص اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کرے، سوائے اس کے جسے انتہائی مجبور کر دیا گیا مگر اس کا دل (بدستور) ایمان سے مطمئن ہے، لیکن (ہاں) وہ شخص جس نے (دوبارہ) شرح صدر کے ساتھ کفر (اختیار) کیا سو ان پر اللہ کی طرف سے غضب ہے اور ان کے لیے زبردست عذاب ہے۔

حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(إِلَّا مَنۡ أُكۡرِهَ وَقَلۡبُهُ مُطۡمَئِنٌّ بِالإِيمَانِ) فَهُوَ اسۡتِثۡنَاءٌ مِمَّنۡ كَفَرَ بِلِسَانِهِ وَوَافَقَ الۡمُشۡرِكِينَ بِلَفۡظِهِ مُكۡرَهًا لِمَا نَالَهُ مِنۡ ضَرۡبٍ وَأَذًى، وَقَلۡبُهُ يَأۡبَى مَا يَقُولُ، وَهُوَ مُطۡمَئِنٌّ بِالۡإِيمَانِ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ .وَقَدۡ رَوَى الۡعَوۡفِيُّ عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ :أَنَّ هَذِهِ الۡآيَةَ نَزَلَتۡ فِي عَمَّارِ بۡنِ يَاسِرٍ، حِينَ عَذَّبَهُ الۡمُشۡرِكُونَ حَتَّى يَكۡفُرَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ، فَوَافَقَهُمۡ عَلَى ذَلِكَ مُكۡرَهًا وَجَاءَ مُعۡتَذِرًا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ، فَأَنۡزَلَ اللَّهُ هَذِهِ الۡآيَةَ ...فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: كَيۡفَ تَجِدُ قَلۡبَكَ؟ قَالَ: مُطۡمَئِنًّا بِالۡإِيمَانِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: إِنۡ عَادُوا فَعُدۡ.

﴿سوائے اس کے جسے انتہائی مجبور کر دیا گیا مگر اس کا دل (بدستور) ایمان سے مطمئن ہے﴾ یہ استثناء ہے اس شخص کا جس نے زبان سے کفر کیا اور حالت مجبوری میں مشرکوں سے موافقت کی، اس وجہ سے کہ اُسے مارپٹائی اور ایذاء دی گئی، اور اس کا دل اس کی بات سے انکاری تھا، وہ اللہ ورسول پر ایمان پر مطمئن تھا۔ العوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت عمار بن یاسر ﷛ کے بارے میں نازل ہوئی، جب مشرکوں نے ان پر تشدد کیا کہ محمد ﷺ کا انکار کرے تو انہوں نے مجبوراً ان سے موافقت کی اور پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں عذر پیش کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔۔۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: اپنے دل کا حال بتاؤ کیسا تھا؟ عرض کی: ایمان سے مطمئن۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر دوبارہ یہی کچھ یعنی دوبارہ تشدد کریں تو تم بھی دوبارہ یہی کچھ کرنا۔

(ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۵۸۸)

اسی طرح امام قرطبی بیان کرتے ہیں کہ قریش نے حضرت عمار اور ان کے ماں باپ یاسر اور سمیّہ رضی اللہ عنہم کو مرتد ہونے پر مجبور کیا تو بی بی سمیّہ رضی اللہ عنہا کو دو اونٹوں کے درمیان باندھ کر نیزہ اُن میں گارڈ دیا اور کہا کہ تو مردوں کی خاطر مسلمان ہوئی ہے۔ اس بی بی اور اس کے خاوند حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا، اسلام میں یہ دو پہلے شہید ہیں۔ رہ گئے عمار تو انھوں نے مجبور ہو کر جان بچانے کے لئے زبان سے ان کا مطالبہ پورا کر دیا۔ پھر خود سرکار ﷺ کے حضور اس کی شکایت کر دی اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: دل کا حال بتاؤ، کیا تھا؟ عرض کی حضور: دل ایمان پر مطمئن ہے، اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: اگر دوبارہ ایسا کریں تو تم بھی ویسا ہی کرنا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كُلُّنَا تَكَلَّمَ بِالَّذِي قَالُوا لَوْلَا أَنَّ اللّٰهَ تَدَارَكَنَا غَيْرَ بِلَالٍ.

اگر اللہ نہ بچاتا تو بلال رضی اللہ عنہ کے سوا ہم سب، ان کفار کے جبر کے سامنے کلمہ کفر بول دیتے۔

(قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ١٠: ١٨١)

یہ دلیل ہے کہ مجبور کرنے پر کلمہ کفر جائز ہے بشرطیکہ دل ایمان پر مطمئن ہو۔

☆ ابن العربی اور امام قرطبی اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لَمَّا سَمَحَ اللّٰهُ تَعَالَى فِي الْكُفْرِ بِهِ، وَهُوَ أَصْلُ الشَّرِيعَةِ، عِنْدَ الْإِكْرَاهِ، وَلَمْ يُؤَاخِذْ بِهِ، حَمَلَ الْعُلَمَاءُ عَلَيْهِ فُرُوعَ الشَّرِيعَةِ، فَإِذَا وَقَعَ الْإِكْرَاهُ عَلَيْهَا لَمْ يُؤَاخَذْ بِهِ، وَلَا يَتَرَتَّبُ حُكْمٌ عَلَيْهِ، وَعَلَيْهِ جَاءَ الْأَثَرُ الْمَشْهُورُ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ: رُفِعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأُ وَالنِّسْيَانُ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ.

جب اللہ نے حالت اکراہ میں کفر کی اجازت دے دی اور اس پر مواخذہ نہ کیا حالانکہ وہ شریعت کی اصل ہے تو علماء نے تمام فروعِ شرع کو، اسی پر قیاس کیا، سو جب ان امور پر کسی کو مجبور کیا جائے تو، اس مکرہ پر کوئی مواخذہ نہیں۔ اور نہ اس پر کوئی حکم مرتب ہوگا۔ اور فقہاء کے ہاں حدیث مشہور بھی اسی کی تائید کرتی ہے جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ: میری امت سے خطاء بھول اور جس کام پر اسے مجبور کیا جائے اور وہ جبر و اکراہ کے نتیجہ میں وہ کام کر بیٹھے اس پر گناہ کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

(ابن العربی، أحکام القرآن، ٣: ١٦٣، بیروت، لبنان: دار الفکر۔ قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ١٠: ١٨٢)

☆ امام قرطبی مزید فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلَى أَنَّ مَنْ أُكْرِهَ عَلَى الْكُفْرِ حَتَّى خَشِيَ عَلَى نَفْسِهِ الْقَتْلَ، أَنَّهُ لَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنْ كَفَرَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ، وَلَا تَبِينُ مِنْهُ زَوْجَتُهُ وَلَا يُحْكَمُ عَلَيْهِ بِحُكْمِ الْكُفْرِ، هَذَا قَوْلُ مَالِكٍ وَالْكُوفِيِّينَ وَالشَّافِعِيِّ.

علماء کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ جس شخص کو کفر پر مجبور کیا گیا، یہاں تک کہ اسے اپنے قتل کا خوف ہو گیا تو اس پر کفر کرنے پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو تو نہ اس کی بیوی اس پر حرام ہوگی اور نہ اس پر کافر ہونے کا کوئی حکم لگایا جائے گا۔ یہ قول امام مالک، امام شافعی اور اہلِ کوفہ کا ہے۔

قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ١٠: ١٨٢)

جب جبر و اکراہ کی صورت میں کلمہ کفر بولنے سے بندہ کافر نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں بیوی کو طلاق کیسے ہو سکتی ہے۔ نص قطعی کے مقابلے میں قیاس و اجتہاد قطعًا مردود ہے۔ لہٰذا چھری، خنجر، لاٹھی یا گن کے زور پر کسی سے زبانی یا تحریری طلاق لینے سے طلاق ہرگز نہ ہوگی، جیسے کلمہ کفر پر مجبور کیا گیا شخص کلمہ کفر بولنے سے کافر نہیں ہوتا ایسے ہی بیوی کو طلاق دینے پر مجبور کئے گئے شخص کی طلاق نہیں ہوتی۔ امام قرطبی نے ہی آگے چل کر بیان کیا ہے کہ مُکْرَہ کی طلاق اور عتاق کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے:

☆ امام شافعی اور ان کے اصحاب مکرہ کی طلاق نافذ نہیں کرتے۔ ابن وہب نے ذکر کیا کہ حضرت عمر، حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کے نزدیک مُکْرَہ کی طلاق نہیں ہوتی۔ یہی قول عبداللہ بن زبیر، ابن عمر، ابن عباس، عطاء، طاؤس، حسن، شریح، القاسم، سالم، مالک، اوزاعی، امام احمد، اسحاق، ابو ثور رحمہم اللہ کا ہے۔ جبکہ الشعبی، النخعی، ابو قلابہ، الزہری، قتادہ اور اہلِ کوفہ، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مُکْرَہ کی طلاق ہو جاتی ہے۔

(قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ١٠: ١٨٤)

☆ **قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ طَلَاقُ الْمُكْرَهِ لَا يَقَعُ وَقَالَ**

أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ يَقَعُ.

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا مکرہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا ہو جاتی ہے۔

۱۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ. (البقرة، ۲: ۲۵۶)

''دین میں کوئی جبر نہیں''۔

۲۔ دوسری دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

وُضِعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأُ وَالنِّسْيَانُ، وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ.

(سنن ابن ماجه، ۱: ۶۵۹، رقم: ۲۰۴۵)

''میری امت سے خطاء، نسیان اور جبر واکراہ اٹھالئے گئے ہیں''۔

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا طَلَاقَ، وَلَا عَتَاقَ فِي إِغْلَاقٍ.

(سنن ابن ماجه، ۱: ۶۶۰، رقم: ۲۰۴۶)

''جبراً نہ طلاق ہوتی ہے اور نہ ہی عتاق''۔

(الرازی، التفسیر الکبیر، ۲۰: ۹۹، بیروت: دار الکتب العلمیۃ)

۴۔ حضرت ثابت بن الاحنف کی روایت مکرہ کی زبانی طلاق واقع نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اس کی سند بھی صحیح ہے۔ اور اس روایت کو امام مالک بن انس نے الموطأ میں نقل کیا ہے:

عَنْ ثَابِتِ بْنِ الْأَحْنَفِ أَنَّهُ تَزَوَّجَ أُمَّ وَلَدٍ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ فَدَعَانِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ، فَجِئْتُهُ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ، فَإِذَا سِيَاطٌ مَوْضُوعَةٌ، وَإِذَا قَيْدَانِ مِنْ حَدِيدٍ، وَعَبْدَانِ لَهُ قَدْ أَجْلَسَهُمَا، فَقَالَ: طَلِّقْهَا وَإِلَّا وَالَّذِي يُحْلَفُ بِهِ فَعَلْتُ بِكَ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: فَقُلْتُ: هِيَ الطَّلَاقُ أَلْفًا، قَالَ: فَخَرَجْتُ مِنْ عِنْدِهِ، فَأَدْرَكْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ بِطَرِيقِ مَكَّةَ، فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي كَانَ مِنْ شَأْنِي، فَتَغَيَّظَ عَبْدُ اللَّهِ وَقَالَ: لَيْسَ ذَلِكَ بِطَلَاقٍ وَإِنَّهَا لَمْ تَحْرُمْ عَلَيْكَ، فَارْجِعْ إِلَى أَهْلِكَ، قَالَ: فَلَمْ تُقْرِرْنِي نَفْسِي حَتَّى أَتَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ، وَهُوَ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ أَمِيرٌ عَلَيْهَا، فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي كَانَ مِنْ شَأْنِي، وَبِالَّذِي قَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: فَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ: لَمْ تَحْرُمْ عَلَيْكَ فَارْجِعْ إِلَى أَهْلِكَ.

حضرت ثابت بن الاحنف سے روایت ہے کہ میں نے عبد الرحمٰن بن زید بن الخطاب کی ام ولد لونڈی سے نکاح کیا۔ میں اس کے پاس آیا اور اس پر داخل ہوا تو کوڑے لٹکے ہوئے تھے۔ لوہے کی دو بیڑیاں تھیں اور دو غلام بٹھائے ہوئے تھے۔ اس نے مجھے کہا: اپنی بیوی کو طلاق دے دو ورنہ اللہ کی قسم تجھے ایسا ایسا کر دوں گا۔ میں نے کہا: اسے ایک ہزار طلاق۔ میں اس کے پاس سے نکلا تو مکہ کے راستے میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان کو اپنا سارا واقعہ سنایا تو وہ غصے ہوگئے اور فرمایا: یہ کوئی طلاق نہیں۔ وہ عورت تجھ پر حرام نہیں ہوئی، تُو اپنی بیوی کی طرف لوٹ جا۔ مجھے اطمینان نہ ہوا یہاں تک کہ میں سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس آ گیا اور ان سے اپنا واقعہ اور سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بات کا ذکر کیا۔ انہوں نے بھی کہا کہ تیری بیوی تجھ پر حرام نہیں ہوئی، تُو اپنی بیوی کی طرف لوٹ جا۔

(إمام مالك، الموطأ، كتاب الطلاق، باب جامع الطلاق، ۲: ۵۸۷، رقم: ۱۲۲۰، مصر: دار إحياء التراث العربي)

لہٰذا میرے نزدیک مُکْرَہ کی زبانی طلاق قرآن وسنت اور مذکورہ بالا اکابرین کے اقوال کے مطابق واقع نہیں ہوتی کیونکہ اجتہادی اقوال کو قرآن وسنت کی تصریحات پر ترجیح نہیں دی جا سکتی۔

☆ جن فقہاء احناف نے مکرہ کی زبانی طلاق کو جائز قرار دیا ہے، انہوں نے درج ذیل دو روایات کی بنیاد پر طلاق واقع ہونے کا استدلال کیا ہے:

۱۔ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ غَزْوَانَ الطَّائِيِّ، أَنَّ رَجُلًا كَانَ نَائِمًا مَعَ امْرَأَتِهِ فَقَامَتْ فَأَخَذَتْ سِكِّينًا فَجَلَسَتْ عَلَى صَدْرِهِ وَوَضَعَتِ السِّكِّينَ عَلَى حَلْقِهِ وَقَالَتْ لَهُ: طَلِّقْنِي وَإِلَّا ذَبَحْتُكَ، فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا فَذُكِرَتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَا قَيْلُولَةَ فِي الطَّلَاقِ.

صفوان بن غزوان سے حدیث مروی ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ سویا ہوا تھا وہ اٹھی اور چھری لے کر خاوند کے سینہ پر بیٹھ گئی پھر خاوند کے حلق پر چھری رکھ کر بولی: مجھے

طلاق دے دے ورنہ تجھے ذبح کر دوں گی۔ خاوند نے اسے اللہ کا واسطہ دیا، مگر وہ نہ مانی، خاوند نے تین طلاق دے دیں، یہ بات رسول اللہ ﷺ کے حضور ذکر کی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طلاق میں قیلولہ (بات کو منسوخ کرنا) نہیں ہے۔

(عسقلانی، الإصابة فی تمییز الصحابة، ٣: ٤٣٧، رقم: ٤٠٨٧، بیروت: دار الجیل)

اس روایت پر ائمہ کا تبصرہ

ائمہ فنِ حدیث اور محدثین نے اس روایت پر تبصرہ کیا ہے:

۱۔ امام بخاری کہتے ہیں اس روایت کے ایک راوی الغار بن جبلہ کی روایت منکر ہے۔

(عسقلانی، الإصابة فی تمییز الصحابة، ۳: ۴۳۷، رقم: ۴۰۸۷)

۲۔ صفوان بن رستم نے روح بن القاسم سے روایت کی جو مجہول ہے۔ الازدی نے کہا وہ منکر الحدیث ہے۔

۳۔ صفوان بن عاصم الاصم بعض صحابہ سے طلاق مکرہ کے بارے میں روایت کرتا ہے۔ ابن ابی حاتم نے کہا قوی نہیں۔ بخاری نے کہا اس کی روایت منکر ہے۔ اس کی متابعت میں کوئی روایت نہیں (جو اس کی کمزوری کی تلافی کرے)۔۔۔ **عن رجل من الصحابه** معلوم نہیں وہ رجل کون ہے؟ یہی صفوان بن عاصم الاصم **حدثنا رجل** یہاں بھی وہ جہالت ہے۔

۴۔ صفوان بن قبیصہ عن طارق بن شہاب اور اس سے **أبوا لصیر** فی یہ آخری دونوں راوی مجہول ہیں۔ ابن حبان نے الثقات میں کہا صفوان بن قبیصہ، طارق بن شہاب سے روایت لے لیتا ہے اگر خود اس سے سنے۔

۵۔ ابن ابی حاتم نے امام ابو زرعہ رازی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نہیں جانتا وہ کون ہے؟ میں نے کہا شاید صفوان بن ھبیرہ ہو، جس نے یہ روایت نقل کی ہے۔

(عسقلانی، لسان المیزان، ٣: ١٩١، رقم: ٧٦٤)

٦۔ امام بخاری نے کہا صفوان الاصم کی صحابہ کرام سے روایت درست نہیں، اس کی موئید کوئی روایت نہیں ہے۔

(عبدالرحمن بن علی الجوزی، العلل المتناهیة، ٢: ٦٤٨، رقم: ١٠٧٤، بیروت: دارالکتب العلمیة)

۷۔ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم، الغار بن جبلہ کو منکر الحدیث کہتے ہیں۔

(ابن أبی حاتم، الجرح والتعدیل، ٧: ٥٨، رقم: ٣٣٧، بیروت :دار إحیاء التراث العربی)

۸۔ حدیث منکر ہے کوئی صحیح روایت اس کی تائید میں نہیں ہے۔

(شمس الدین، تنقیح تحقیق أحادیث التعلیق، ٣: ٢١٦، رقم: ١٨٧٩ ۔ العقیلی، الضعفاء الکبیر، ٢: ٢١١، رقم: ٧٤٥ ۔ ابن القطان، بیان الوهم والإیهام فی کتاب الأحکام، ٢: ٥٥)

۹۔ اما ابو زرعہ رازی نے کہا: **هَذَا حَدِيثٌ وَاهٍ جِدًّا**. یہ بہت کمزور روایت ہے۔

(عبدالرحمٰن بن محمد، علل الحدیث، ۱: ۴۳۶، رقم: ۱۳۱۲)

۱۰۔ ابو محمد ابن حزم نے کہا: **هَذَا خَبَرٌ فِي غَايَةِ السُّقُوطِ**. یہ حدیث حد درجہ ضعیف ہے۔

(ابن حزم، المحلی، ۱۰: ۲۰۳، بیروت: دار الآفاق الجدیدۃ)

۱۱۔ عبد الرحمٰن بن علی بن الجوزی کہتے ہیں: **هَذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ**. یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔

(ابن الجوزی، العلل المتناهیة، ٢: ٦٤٨)

خلاصہ کلام

یہ ایک ایسی روایت ہے جس کی کوئی سند متصل نہیں، مجہول اور ساقط الاعتبار لوگوں کے بیانات ہیں، ایسی کمزور باتوں کی حکم شرعی کے ثبوت میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ دوسری طرف جبر و اکراہ کی صورت میں کفریات کا اعتبار نہیں یعنی کوئی کسی مسلمان سے گن پوائنٹ پر کلمات کفر یا شرک کہلوائے، مسلمان مجبور ہے جان یا عزت، قتل یا عضو کٹنے کی دھمکی ہے۔ اس حالت میں اپنی جان وعزت بچانے کی خاطر کلمہ کفر کہنے کی اجازت ہے بشرطیکہ دل و دماغ ایمان پر مضبوطی سے قائم و مطمئن ہے تو کلمہ کفر بولنے کی مسلمان کو اجازت ہے اور وہ کلمہ کفر بولنے سے ہرگز ہرگز کافر و مرتد نہ ہوگا، نہ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکلے گی تو جب کفر و ارتداد جیسا بڑا گناہ جان بچانے کے لئے مذکورہ صورت میں گناہ نہیں رہتا اور کلمہ کفر بحالت جبر و اکراہ جائز ہو جاتا ہے تو طلاق تو اس کے مقابلہ میں جرم و گناہ ہے ہی نہیں، اس میں یہ رعایت کیوں نہیں دی جا

سکتی جبکہ یہ ہمارا اجتہاد نہیں، قرآن کریم کی نص قطعی ہے۔

نوٹ: بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ اس حدیث سے استدلال کرنا درست ہے تو پھر بھی اس روایت سے یہ مسئلہ اخذ ہوتا ہے کہ جب بیوی شوہر کے ساتھ رہنا پسند ہی نہ کرے تو اُسے طلاق دے دینا بہتر ہے اور اس کی جبراً لی ہوئی طلاق بھی جائز ہوگی کیونکہ جب ثابت بن قیس کی بیوی نے اُن کے ساتھ نہ رہنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے حق مہر واپس کروا کر طلاق دینے کا حکم فرمایا اور اسی طرح خنساء بنت خِدام انصاریہ کو شوہر پسند نہیں تھا تو نبی کریم ﷺ نے اُن کا نکاح منسوخ فرمادیا لیکن جب میاں بیوی اپنا گھر بسانا چاہتے ہوں مگر دوسرے لوگ زبردستی ڈرا دھمکا کر طلاق کے الفاظ کہلوا دیں تو مذکورہ روایت کا اطلاق کرنا مناسب نہ ہوگا۔

☆ دوسری روایت جس کی بنیاد پر مکرہ کی زبانی طلاق جائز قرار دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ النِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ.

تین چیزیں ایسی ہیں کہ ارادہ کے ساتھ کی جائیں یا مذاق میں کی جائیں (دونوں صورتوں میں) صحیح مراد ہیں: نکاح، طلاق اور رجوع۔

(أبو داود، السنن، كتاب الطلاق تفريع أبواب الطلاق، باب في الطلاق على الهزل، ٢: ٢٥٩، رقم: ٢١٩٤ ـ ترمذی، السنن، كتاب الطلاق واللعان، باب ما جاء في الجد والهزل في الطلاق، ٣: ٤٩٠، رقم: ١١٨٤)

مُکرَہ کی طلاق کو اس روایت کے ساتھ جوڑنا بعید از حقیقت ہے کیونکہ ایک شخص پر ظلم، زیادتی، مار پیٹ، زبردستی، خوف وہراس اور دھمکیوں کے ساتھ طلاق مسلط کی جائے اور دوسری طرف کوئی شخص بلاوجہ بغیر کسی خوف اور ڈر کے طلاق دیدے تو برابر نہیں ہے۔ لہٰذا مکرہ کی زبانی طلاق کو مذاق میں دی ہوئی طلاق پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ یہی امام قرطبی فرماتے ہیں:

وَهَذَا قِيَاسٌ بَاطِلٌ، فَإِنَّ الْهَازِلَ قَاصِدٌ إِلَى إِيقَاعِ الطَّلَاقِ رَاضٍ بِهِ، وَالْمُكْرَهُ غَيْرُ رَاضٍ وَلَا نِيَّةَ لَهُ فِي الطَّلَاقِ، وَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: "إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ."

یہ قیاس باطل ہے، کیونکہ مذاق کرنے والا طلاق واقع کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور اس پر راضی ہوتا ہے، جبکہ مجبور شخص راضی نہیں ہوتا، نہ ہی اس کی طلاق کے بارے میں کوئی نیت ہوتی ہے۔ فرمانِ نبی ﷺ ہے: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

(قرطبي، الجامع لأحكام القرآن، ١٠: ١٨٤)

ابن قیم الجوزیہ مکرہ کی طلاق کو مذاق پر قیاس کرنے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وَهَذَا قِيَاسٌ فَاسِدٌ فَإِنَّ الْمُكْرَهَ غَيْرُ قَاصِدٍ لِلْقَوْلِ، وَلَا لِمُوجِبِهِ، وَإِنَّمَا حُمِلَ عَلَيْهِ وَأُكْرِهَ عَلَى التَّكَلُّمِ بِهِ، وَلَمْ يُكْرَهْ عَلَى الْقَصْدِ وَأَمَّا الْهَازِلُ فَإِنَّهُ تَكَلَّمَ بِاللَّفْظِ اخْتِيَارًا وَقَصَدَ بِهِ غَيْرَ مُوجِبِهِ، وَهَذَا لَيْسَ إِلَيْهِ، بَلْ إِلَى الشَّارِعِ، فَهُوَ أَرَادَ اللَّفْظَ الَّذِي إِلَيْهِ، وَأَرَادَ أَنْ لَا يَكُونَ مُوجِبُهُ، وَلَيْسَ إِلَيْهِ، فَإِنَّ مَنْ بَاشَرَ سَبَبَ الْحُكْمِ بِاخْتِيَارِهِ لَزِمَهُ مُسَبَّبُهُ وَمُقْتَضَاهُ، وَإِنْ لَمْ يُرِدْهُ وَأَمَّا الْمُكْرَهُ فَإِنَّهُ لَمْ يُرِدْ لَا هَذَا وَلَا هَذَا، فَقِيَاسُهُ عَلَى الْهَازِلِ غَيْرُ صَحِيحٍ.

یہ قیاس فاسد ہے کیونکہ مجبور آدمی کی نیت نہ (طلاق) کہنے کی ہوتی ہے اور نہ اس کے نتیجے کی۔ لہٰذا اس کو محمول کیا جائے گا کہ اسے طلاق کہنے پر مجبور کیا گیا ہے نہ کہ نیت پر مجبور کیا گیا ہے۔ جبکہ مذاق کرنے والا لفظ کا تکلم اپنے اختیار سے کرتا ہے لیکن اس کا نتیجہ کچھ اور مراد لیتا ہے۔ حالانکہ یہ کام (طلاق کا وقوع) اس کے اختیار میں نہیں، بلکہ شارع کے اختیار میں ہے۔ اس نے ارادہ اس لفظ کو بولنے کا کیا ہے، اور اس کا ارادہ یہ تھا کہ اس کا حکم ثابت نہ ہو۔ جو شخص طلاق کے سبب کو اختیار کرے گا، اس کا نتیجہ اس کو لازم ہو جائے گا، اگرچہ وہ اس کی نیت نہ بھی کرے۔ رہا مجبور کا تو اس نے کسی بھی چیز کا قصد نہیں کیا ہوتا، لہٰذا اس کو مذاق کرنے والے پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

(ابن قيم الجوزية، تهذيب السنن، كتاب الطلاق، باب في الطلاق على الهزل، ٢: ٩١٢، الرياض: مكتبة المعارف)

مذکورہ بالا تصریحات سے ثابت ہوا کہ جب میاں بیوی باہمی رضامندی سے بطورِ زن وشوہر رہنا چاہتے ہوں تو کسی دوسرے کو جبر واکراہ کے ذریعہ سے اُن کے درمیان علیحدگی

تحریک منہاج القرآن کے امتیازات

یوم تاسیس (17، اکتوبر) کی مناسبت سے شیخ الاسلام کی خصوصی گفتگو

منہاج القرآن نے دنیا کے گوشے گوشے میں علم وعرفان کے چراغ روشن کیے

ترتیب وتدوین: محمد یوسف منہاجین

اللہ رب العزت کا شکر ہے جس نے ہمیں اپنے دین کی خدمت، حضور نبی اکرم ﷺ کی نوکری اور آپ ﷺ کی امت اور آپ ﷺ کے دین کی نصرت کی توفیق مرحمت فرمائی اور اُس توفیق کو ایک اجتماعی شکل دیتے ہوئے تحریک منہاج القرآن کا قیام فرمایا۔ اس بات کو ہمیشہ ذہن میں رکھیں کہ تحریک منہاج القرآن توفیقِ الٰہی کی ایک اجتماعی شکل ہے۔ یہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے سوا کسی اور کی دین نہیں ہے۔ رفقاء و کارکنان کبھی یہ نہ سمجھیں کہ یہ میری دین ہے۔ میں تو خود اس مشن کا خدمت گزار اور نوکر ہوں۔ ایک خدمت گزار دوسرے خدمت گزاروں اور نوکروں کو کیا دے سکتا ہے۔ یہ دین ہے ہمارے مالکوں کی اور ہمارے مالک اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ جن کی توفیق سے یہ تحریک وجود میں آئی۔

خیر کا کوئی کام بھی زندگی میں اللہ کی توفیق کے بغیر نہیں ہوتا۔ بہت سے لوگ ہیں جو چاہتے بھی ہیں مگر توفیق نصیب نہ ہونے کی وجہ سے وہ کام نہیں کر سکتے۔ کوئی بھی چھوٹا یا بڑا کام جو اللہ کی رضا کا باعث ہو، اللہ کی طرف لے جائے، اللہ کے دین کو زندہ کرے، اللہ کے رسول ﷺ کی قربت عطا کرے، حضور ﷺ کی امت کی خدمت کرے، جس سے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی خوشنودی نصیب ہو۔ اللہ کی طرف سے توفیق نصیب ہوئے بغیر ممکن نہیں۔

آج کا یہ دور اخلاقی قدروں کی تباہی، گمراہی، روحانی قدروں کی بربادی، ہلاکت، مادیت، فکری انتشار، اخلاقی زوال، بے مقصدیت اور شیطنت کا دور ہے جس میں شیطان قوتیں، شیطانی فکر اور شیطانی کردار غالب ہے۔ یہ اللہ رب العزت کا احسان ہے کہ آج کے اس پرفتن دور میں ہم دین اسلام کی تجدید و احیاء کی اس عظیم تحریک، تحریکِ منہاج القرآن سے وابستہ ہیں۔

یہ اس کا احسان ہے کہ اُس نے ہمیں فتنوں کے دور میں فتنوں سے بچنے کے لیے منہاج القرآن کی صورت میں تدبیر عطا فرمائی۔ تحریکِ منہاج القرآن کے حوالے سے درج ذیل چند ایک بنیادی نکات ہمیشہ کارکنان و رفقاء کے پیشِ نظر رہنے چاہئیں:

ا۔ میرا مقصد تیرے دین کی سرفرازی

منہاج القرآن کی صورت میں قائم اس مشن سے میرا اپنا کوئی بھی ذاتی مفاد وابستہ نہیں ہے۔ میں نے اپنی ذات کے لیے اس مشن سے کچھ نفع نہیں لینا ہوتا۔ میں نے رفقاء و کارکنان کے عطیات سے نہ کبھی کوئی نذرانہ لیا اور نہ ہی اپنی کتابوں اور خطابات کی آمدنی سے کوئی پیسہ لیا۔ میرا ہر کام وقف فی سبیل اللہ ہے۔ دنیا بھر کے مصنفین، علماء، اسکالرز، رائٹرز، شاعر، فلسفی، سائنٹسٹس، ڈاکٹرز، مفسر، محدث، اپنی تحریری وتقریری خدمات پر کچھ نہ کچھ رائیلٹی لیتے ہیں مگر میں نے اس طرح کی رائلٹیز کو اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے۔ میری صرف ایک ہی رائلٹی ہے اور وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی رضا وخوشنودی کی تلاش ہے۔ میری رائلٹی ان کا ایک تبسم و مسکراہٹ ہے۔

۲۔ مکینِ گنبدِ خضریٰ اور اولیاء کا فیضان

دوسری بات یہ ذہن نشین رہے کہ ہماری تحریک میں رفاقت کا نظام ہے، یہاں پیری مریدی نہیں ہے۔ لہٰذا مجھے اپنے مرید زیادہ سے زیادہ بنانے کا بھی لالچ نہیں ہے۔ اس لیے کہ اللہ کی عزت کی قسم اور آقا ﷺ کے گنبد خضریٰ کی قسم! حضور غوث الاعظمؓ کی طرف سے ملنے والی روحانی بشارت و نوید کے سبب منہاج القرآن کا ہر رفیق براہِ راست حضور غوث الاعظمؓ کا مرید ہے۔ وہ شخص جو اِس مشن کا سچے دل سے خادِم ہے اور اس کی رفاقت، رُکنیت، سنگت، خدمت، نوکری میں آ گیا اورتن من دھن، استقامت، صدقِ دل، ایمان داری اور وفا داری کے ساتھ اس مشن سے وابستہ ہوگیا اور اس کی تعلیمات کی روشنی میں دین، تقویٰ، ایمان، عمل صالح اور اخلاق پر چل پڑا تو خواہ وہ کسی اور شیخ و بزرگ کا مرید پہلے ہے تب بھی اور اگر بیعت نہیں کی تب بھی، دونوں صورتوں میں منہاج القرآن کا ہر رفیق براہِ راست حضور غوث پاکؓ کا مرید ہے۔

اس مشن پر آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا براہِ راست فیض بھی ہے اور بالواسطہ فیض بھی ہے۔ صحابہ کرام، خلفائے راشدین، اہل بیت اَطہار، حضور داتا گنج بخش علی ہجویری، بابا فرید الدین گنج شکر، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت اویس قرنی، حضرت بایزید بسطامی الغرض قدوۃ الاولیاء حضور سیدنا طاہر علاؤ الدین تک کل سلاسل و طرق کے اولیاء کا فیض اس تحریک کو حاصل ہے۔ آخر کوئی تو وجہ ہے کہ میں ایک ایک بزرگ کا نام گن گن کر بتا رہا ہوں۔ یہ نام میں ویسے ہی ان بزرگوں کے مقام و مرتبہ کی وجہ سے نہیں بتا رہا بلکہ چُن چُن کر یہ نام اس لیے بولے کہ ان سب کا فیض عملاً اس تحریک میں شامل ہے۔

۳۔ تحریک منہاج القرآن ایک تجدیدی تحریک ہے

یہ بات بھی سمجھ لیں کہ جس طرح کوئی فرد بطور مجدد تجدید کرتا ہے، ویسے ہی ایک جماعت بھی تجدید کا کام کرتی ہے اور اس کے ذمے بھی مجددانہ کام ہوتا ہے۔ تجدید اجتماعی شکل میں بھی ہوتی ہے اور انفرادی شکل میں بھی ہوتی ہے۔ دنیا کے مختلف خطوں میں حسبِ ضرورت اور کام کی نوعیت کے پیشِ نظر تجدیدی کام کے دائرے ہوتے ہیں۔ جب دین کے کسی ایک حصہ، گوشہ، موضوع، میدان اور شعبہ کی قدریں مٹتی اور پامال ہوتی ہیں تو ان اقدار کو زندہ کرنے، ان کے اَز سرِ نو اِحیاء اور نِشأۃ ثانیہ کے لیے اللہ تعالیٰ تجدید کی ذمہ داری کسی کو سونپتا ہے۔

اُس رب کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، تحریک منہاج القرآن اِس صدی کی تجدیدی تحریک ہے۔ اس صدی میں احیائے اسلام، تجدید دین اور اُمتِ مسلمہ کی اصلاح کا کام اس کے ذمہ ہے۔ اس تحریک کے ذمہ دین کے عقیدہ، قدر و منزلت مصطفیٰ ﷺ کے عقیدہ، عظمت و رفعت رسول ﷺ کے عقیدہ، عشق و محبت رسول ﷺ کے عقیدہ اور ادب و تعظیم و تکریم رسول ﷺ کے عقیدہ کا احیاء کرنا ہے۔ اس لیے کہ اس صدی کے شروع میں پھر سے بدعقیدگی، گستاخی اور مادیت کی گرد میں اصل عقیدہ چھپ گیا تھا۔۔۔ لوگوں کا قلب صاحبِ گنبدِ خضریٰ سے کٹ گیا تھا۔۔۔ دین کی روحانی کے بجائے مادی تعبیر ہونے لگ گئی تھی۔۔۔ روحانی قدریں مٹ گئی تھیں۔۔۔ روحانیت، تصوف، طریقت و معرفت سے لوگوں کا اعتماد ختم ہوگیا تھا۔۔۔ تصوف اور طریقت کا نام لینے اور طریقت کے کام کرنے والے کے عمل کو دیکھ کر لوگ طریقت کو چھوڑنے لگے تھے۔۔۔ تصوف کا نام لینے والوں کے حالات دیکھ کر لوگ تصوف سے بدظن ہوگئے تھے۔۔۔ جن کے پاس درست عقیدہ تھا، وہ علم سے محروم ہوگئے اور قصوں، کہانیوں اور فتوؤں پر آ گئے۔۔۔ عقیدہ سچ تھا مگر علم و عمل نہ رہا۔ یعنی علم اور عمل صالح سے عاری ہوگئے۔۔۔ نماز، روزہ، تقویٰ، خوفِ اِلٰہی، خشیت الٰہی، اطاعت رسول، اتباع رسول، محبت رسول ﷺ کے حوالے سے عمل کی تاکید کرنا اور اسلام کی ان بنیادی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی تاکید کرنا ہمارا طرز نہ رہا بلکہ خالی تقریریں، وعظ، فتوے، غصہ، ناراضگی اور جلال رہ گیا۔ لہٰذا مسلکِ حقہ کے ترجمانوں کی کم علمی، کم عملی اور بے عملی دیکھ کر عامۃ الناس سچے عقیدے کو چھوڑنے لگے۔

حضور ﷺ کے عشق اور محبت کے تذکروں کی مجلسیں اجڑ گئی تھیں۔ صحیح اور سچے عقیدے والے لوگ دفاعی پوزیشن (defensive) پر آ گئے تھے اور انہیں اپنا دفاع مشکل تھا۔ ان

میں کوئی صاحبِ علم ڈھونڈنے کو نہ ملتا تھا۔ لوگ طعنے دیتے اور کہتے تھے کہ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلویؒ کے بعد تم میں کون ہے؟ ہمارے ہاں کوئی صاحبِ تصنیف و تالیف نہ تھا، کوئی صاحبِ کلام و قلم نہ تھا، ہر طرف ویرانی تھی۔ عملی میدان دوسرے لوگوں کے ہاتھ میں چلا گیا تھا۔ لوگ روحانیت، تصوف اور معرفت کی باتیں فتوؤں کے ڈر سے گھبرا کر نہ کرتے تھے۔ کالج و یونی ورسٹی تک آپ کی بات پہنچانے والا کوئی نہ تھا۔ جدید علم، منطق، فلسفہ، عقل، حکمت، سوشیالوجی، ماڈرن زبانوں، سائنس، ایمبریالوجی، کاسمولوجی، فزکس، کیمسٹری، میڈیکل سائنس الغرض ہر ہر جہت اور جدید انداز سے ہر محاذ پر دوسرے لوگ غالب تھے۔ ہمارے لوگ پرانے قصے کہانیوں والے اور جاہل و ان پڑھ تصور ہوتے تھے۔

چودھویں صدی ہجری کے آغاز سے قبل پچھلے پورے پچاس سال کی یہ تاریخ آپ کے سامنے ہے۔ اس پچاس سال کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں موجودہ صدی یعنی چودھویں صدی کا آغاز ہوا۔ ۱۴۰۱ ہجری انگریزی سال کے مطابق 1980ء تھا اور اسی سال 17 اکتوبر 1980ء کو تحریک منہاج القرآن کی بنیاد رکھی گئی۔ اِدھر نئی صدی کا آغاز ہوا، اُدھر رب کائنات نے اِس صدی کی تجدید کا آغاز فرما دیا۔ آج الحمدللہ مسلک وعقیدہ حقہ ہر حوالے سے تحریک کی خدمات کی بدولت defensive پوزیشن پر نہیں بلکہ offensive پر ہے اور مذکورہ ہر ہر محاذ پر منہاج القرآن کی علمی، فکری اور تحقیقی خدمات اظہر من الشمس اور زبان زدِ عام ہیں۔

۴۔ مزاحمت، حق ہونے کی علامت ہے

اس مشن اور تحریک کی کراچی سے پشاور تک ہر ایک نے مخالفت کی۔ اپنوں اور غیروں دونوں نے بڑھ چڑھ کر مخالفت کی اور ہر ایک نے راستہ روکا۔ طرح طرح کے فتوے لگائے گئے۔ واجب القتل کے فتوے دیے، مرتد کہا، خارج از اِسلام بنایا، اجماعِ اُمت کا مخالف بنایا۔ خدا کی قسم! اگر اس تحریک کے پیچھے خدا کا فضل اور مصطفیٰ ﷺ کی تائید و شفقت نہ ہوتی تو جتنی مخالفت اس تحریک کی ہوئی، یہ کبھی کی دفن ہوچکی ہوتی۔ حکمران، جاگیردار، سرمایہ دار، تاجر، مال دار، بڑی بڑی گدیاں، بڑے بڑے علماء، مدرسے، دھڑے، اخبار، رسالے، میڈیا سب ہمارے مخالف رہے۔ ان حالات میں خدا اور مصطفیٰ ﷺ کا ساتھ ہمیں حاصل رہا اور حاصل ہے اور ان شاء اللہ حاصل رہے گا۔ اتنی مخالفت ہو اور پھر بھی تحریک پروان چڑھتی چلی جائے۔ سارا جہان راستے روکے، گولیاں چلائے، عدالتیں استعمال کرے، اخبارات استعمال ہوں، رسالے لکھے جائیں، مزاحمتیں اور سازشیں ہوں، کردار کشی ہو، ہر طوفان اٹھایا جائے مگر تحریک کو روکا نہ جاسکے۔۔۔ یہ مصطفیٰ ﷺ کا معجزہ نہیں تو اور کیا ہے۔۔۔؟ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی مدد و نصرت کا اس سے اور بڑا ثبوت کیا ہے۔۔۔؟ اس تحریک کے حق ہونے اور اس صدی کی تجدیدی تحریک ہونے کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہے۔۔۔؟ اس تحریک کو کوئی نہیں روک سکا اور کوئی روک سکے گا بھی نہیں۔ تمام دنیائے مخالفت جمع ہوجائے پھر بھی مصطفیٰ ﷺ کی غلامی کے قافلے کا راستہ کوئی نہیں روک سکتا۔ اللہ کے حضور ہماری عاجزی ہی ہماری سب سے بڑی طاقت ہے۔ سب اللہ کا کرم اور آقا علیہ السلام کے نعلین پاک کا صدقہ ہے۔

میری پوری زندگی میں جدوجہد کا ایک مرحلہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں مزاحمت نہ آئی ہو۔ ہمیشہ مزاحمت ہوئی لیکن اللہ کا شکر ہے کہ مزاحمت کبھی آگے بڑھنے کا راستہ نہیں روک سکی۔ حق کی پہچان ہی یہ ہے کہ اسے مزاحمت ہوتی ہے جبکہ باطل کو مزاحمت نہیں ہوتی۔ اپنے اردگرد نظر دوڑائیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں لوٹ مار کو کوئی مزاحمت نہیں جبکہ ایمانداری کو مزاحمت ہے۔۔۔ غنڈہ گردی، بدمعاشی کو کوئی مزاحمت نہیں جبکہ شرافت کو مزاحمت ہے۔۔۔ کرپشن کو کوئی مزاحمت نہیں جبکہ دیانت داری کے لیے مزاحمت ہے۔ ہر محاذ پر جب حق کی آواز بلند کرتے ہیں تو مزاحمت کا ہونا ناگزیر ہے۔ اس لیے کہ باطل، حق کو اپنے لیے خطرہ محسوس کرتا ہے، لہٰذا حق کے خلاف مزاحمت کرتا ہے۔

باطل چونکہ باطل ہے، جھوٹا ہے اس لیے اُس کو ہر وقت فکر اور ڈر رہتا ہے کہ میرا صفایا اور خاتمہ نہ کر دیا جائے، لہذا اس وجہ سے وہ مزاحمت کرتا ہے۔ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ حق کو بھی تو باطل سے یہی خطرہ ہوتا ہے کہ باطل مجھے ختم نہ کردے،

لہٰذا حق کو بھی چاہیے کہ وہ بھی مزاحمت کرے؟ یاد رکھیں! حق کو کبھی کسی کا خطرہ و خوف نہیں ہوتا۔ حق کو اپنے حق ہونے کی وجہ سے اور اپنے اندر موجود سچائی کی طاقت کی وجہ سے اتنا اعتماد و اعتبار ہوتا ہے کہ باطل پہاڑ کی طرح بھی ہو تو حق اس سے خطرہ محسوس ہی نہیں کرتا۔ وہ ایک چھوٹا سا پتھر ہو کر بھی اپنے آپ کو پہاڑ سے زیادہ طاقتور سمجھتا ہے۔ اُس کے اندر حق، سچائی، ایمان، امانت اور دیانت کی طاقت ہوتی ہے۔ سچائی کی طاقت ایٹم بم کی طرح ہے۔ اُس کے اندر بڑا confidence ہوتا ہے، لہٰذا وہ اپنے لیے باطل کو threat نہیں سمجھتا۔

تاریخ گواہ ہے کہ باطل جتنا بھی طاقتور سامنے کھڑا ہو، حق کو کبھی اس سے خوف و خطرہ محسوس ہی نہیں ہوا۔ حضرت موسیٰ اور فرعون، حضرت ابراہیمؑ اور نمرود، حضور نبی اکرم ﷺ اور کفارِ مکہ، امام حسینؑ اور یزید یہ تمام کردار اس بات کے براہین قاطعہ ہیں۔

حق کے خلاف مزاحمت زندگی میں کسی مرحلے پر بھی ختم نہیں ہوتی۔ آقا علیہ السلام کے لیے تادمِ وصال مزاحمت کبھی ختم نہیں ہوئی۔ مکہ معظمہ میں تھے تو مزاحمتوں نے ہی آپ ﷺ سے ہجرت کروائی۔ ہجرت کر کے اڑھائی تین سو میل دور ایک نیا شہر آباد کیا، اُس کو ریاست اور سلطنت بنایا مگر مزاحمت وہاں بھی نہیں رکی۔ غزوات و سرایا کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ پھر باطل نے جب دیکھا کہ حق طاقتور ہوتا جا رہا ہے تو داخلی مزاحمتیں بھی شروع ہوگئیں، قبائل کی مزاحمتیں بھی شروع ہوگئیں پھر اندرونی اور بیرونی سازشوں نے آپس میں گٹھ جوڑ کر لیا۔ الغرض مزاحمتیں ہی مزاحمتیں رہیں۔ حتیٰ کہ فتح مکہ کے بعد بھی مزاحمت نہیں رکی اور حیات مبارکہ کے آخری سال تک مزاحمتوں کا سامنا رہا۔ لہٰذا ان مزاحمتوں سے کارکنان کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، یہ آپ کی تحریک اور مشن کے حق پر ہونے کی علامت ہے۔

۵۔ تحریک منہاج القرآن اور معاصر جماعتوں کا موازنہ

آج برصغیر پاک و ہند کیا بلکہ دنیا بھر کی تحریکوں، ان کے بانی، قائدین، کارکنان اور خدمات کے دائرہ کار کا تحریک منہاج القرآن سے موازنہ کرلیں کہ اپنے قیام کے ابتدائی 39 سالوں میں تحریک نے کہاں تک کامیابی حاصل کی اور ملک و قوم کو کیا دیا اور دوسری جماعتوں یا تحریکوں نے کیا خدمات انجام دیں؟ جب ہمارے 39 سال کا کسی بھی تحریک کے 39 سالوں کے ساتھ موازنہ کریں گے تو یہ امر واضح نظر آئے گا کہ کوئی بھی جماعت یا تحریک اتنے عرصہ میں پورا ملک تو درکنار، دو چار ڈویژنز تک بھی نہ پہنچی ہو، ان سے ایک دار العلوم بھی نہ بن پایا ہو، مشکل سے اس ملک میں اسے چند لوگ جاننے لگے ہوں گے یا دس بارہ، بیس پچیس دفاتر کھلے ہوں گے، گویا نہایت ہی محدود achievements ہوں گی جبکہ دوسری طرف آج منہاج القرآن کے 39 سال کو دیکھیں تو دنیا کے پانچوں براعظم میں اس کا وجود ہے۔ دنیا کے سو (100) ممالک میں اس کا باقاعدہ نیٹ ورک اور غلغلہ و تذکرہ ہے۔ اس کے علاوہ دیگر کئی ممالک میں اس کی نمائندگی موجود ہے۔ ان ممالک میں منہاج القرآن کے دفاتر، مراکز، تعلیمی و تربیتی ادارے، اسلامک سنٹرز اور مساجد قائم ہیں۔ اسی طرح پاکستان کا ایک ضلع بھی ایسا نہیں جو تحریک کے وجود سے خالی ہو۔ اکثریت اَضلاع وہ ہیں جہاں اس کا عظیم نیٹ ورک ہے۔

پاکستان میں منہاج القرآن کے مرکز اور سیکڑوں اسکولز قائم ہیں۔ پرائیویٹ سیکٹر میں پاکستان کی سب سے بڑی اسلامک یونی ورسٹی منہاج یونیورسٹی ہے۔ اس کے برابر کوئی دار العلوم، کوئی دینی ادارہ، کوئی اسلامک یونی ورسٹی نہیں ہے۔ اس کو جامعۃ الازہر (مصر) نے اپنی ڈگری کے برابر declare کر دیا ہے۔ اس کے گریجوایٹ بغداد، مصر، دمشق کی یونی ورسٹیوں میں exchange پروگرام پر آتے جاتے ہیں۔

اسی طرح تحریک کے زیر اہتمام منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کا دنیا بھر میں نیٹ ورک ہے۔ منہاج ایجوکیشن سوسائٹی نے ملک بھر میں تعلیمی ادارہ جات قائم کر رکھے ہیں۔ ادارہ منہاج القرآن کے تحت دعوتی و تربیتی حلقہ جات ہوتے ہیں۔ ایک ہزار تصانیف کا کام ان 39 سالوں میں مکمل ہوا، جن میں سے ہر موضوع پر مشتمل 550 سے زائد تصانیف شائع ہوچکی ہیں۔ جملہ جہات پر ہونے والے اس قدر جامع علمی و تحقیقی کام کی گذشتہ کئی صدیوں میں مثال نہیں ملتی۔

علیٰ ہذا القیاس چھ ہزار سے زائد موضوعات پر لیکچرز ہیں۔ ماضی و حال میں جہاں بھی نگاہ دوڑائیں تو اگر کوئی صاحبِ تصنیف

ہے تو ان کے خطابات نظر نہیں آئیں گے اور جو خطیب ہوئے، ان کی کوئی تصنیف نظر نہیں آئے گی۔ اسی طرح جو خطاب کرنے والے ہوئے ان کی تدریس نظر نہیں آئے گی اور جو تدریس کرنے والے ہوئے، وہ بطور مربی (تربیت کرنے والے) نہیں۔ جس سمت بھی نظر اٹھا لیں، ایک میدان میں کام ہوگا۔ کوئی تبلیغ میں ہے تو تصنیف نہیں ہے اور اگر تدریس ہے تو تعلیم و تربیت نہیں ہے۔ آپ جس عالم، محقق، مفسر کا چاہیں بائیو ڈیٹا دیکھ لیں، آپ کو اس سے مختلف بات نہیں ملے گی مگر تحریک منہاج القرآن دنیا کی واحد تحریک ہے جہاں یہ تمام جہات اکٹھی ہیں۔ یہاں کثیر تصانیف، چھ ہزار موضوعات پر خطاب، تدریس، تقریر، وعظ و نصیحت، تعلیم و تربیت، انسانی فلاح و بہبود، معاشرتی خدمات، سیاسی جدوجہد، معاشرتی اصلاح، روحانی اصلاح، تعمیرات، اداروں اور تنظیمات کا قیام الغرض ہر چیز نظر آتی ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کے مالی معاملات کو کسی بھی حکومت اور ریاست کی کسی قسم کی کوئی بھی معاونت حاصل نہیں ہے۔ پچھلے سو سال کی تاریخ میں کوئی بھی تحریک ایسی نہیں جس میں یہ ساری خوبیاں جمع ہوں۔

اسی طرح گذشتہ 14 سو سال کے مجددین کی تاریخ پر بھی نظر دوڑائیں تو یہی نظر آتا ہے کہ ان کے کام اور خدمات کی جہات بھی محدود اور یک رخی تھیں جبکہ تحریک منہاج القرآن کے زیرِ اہتمام ہر جہت پر بیک وقت کام ہو رہے ہیں۔

۶۔ یہ سب تمہارا کرم ہے آقا!

ہر شخص کی زبان پر یہ سوال ہے کہ ان تمام مصروفیات کے ہوتے ہوئے اتنی کتابیں، اتنی تصانیف و تالیفات کس طرح ممکن ہیں؟ میرا جواب ہوتا ہے کہ کچھ خبر نہیں، اُس مالک کو خبر ہے۔ میں نکتہ یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ تمام کام طاہرالقادری نہیں کرتا۔ یہ میری مجال، سکت، صلاحیت اور قابلیت نہیں بلکہ یہ جن کا کام ہے وہی کرواتے ہیں۔ جن کے دین کی تجدید ہے، انہی کے فیض سے ہوتا جا رہا ہے۔ اس کی کوئی اور توجیہ ہمارے پاس نہیں ہے۔

اگر ذہن میں خیال آئے کہ شاگرد معاونت کرتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ وہ کون سا عالمِ دین ہے جس کے دنیا میں شاگرد نہیں ہیں۔ اگر شاگردوں کی معاونت سے سیکڑوں کتابیں آ جاتی ہیں تو ہر عالم، محقق، فاضل ہستی کے شاگرد اور مرید ہوتے ہیں، تو ان میں سے ہر کوئی اس طرح کر لیتا۔ کیا باقیوں پر پابندی لگی ہوئی ہے؟ کیا صرف منہاج القرآن کے پاس کمپیوٹر ہیں اور باقیوں کے پاس کمپیوٹر نہیں ہیں؟ کون سی نئی سہولت ہے جو اوروں کے پاس نہیں اور ہمارے پاس ہے؟

پھر سوال یہ ہے کہ کیا ماجرا ہے کہ وہاں خدمات کا دائرہ کار نہایت ہی محدود اور یہاں ہر سمت و جہات میں خدمات کا ایک انبار ہے اور سارے کام بیک وقت ایک رفتار سے ہو رہے ہیں؟ سمجھانا یہ مقصود ہے کہ یہ انسانی بس کی بات نہیں۔ یہ امرِ آسمانی ہے کہ اس صدی میں منہاج القرآن کے ذریعے اسلام کی تجدید ہونا ہے۔ اس لیے اللہ کے امر اور آقا علیہ السلام کے معجزے سے یہ تکمیل ہو رہی ہے۔ یہ معجزۂ مصطفیٰ ﷺ ہے، ہم کچھ نہیں ہیں۔ امرِ الٰہی ہے کہ تجدید ہونی ہے، لہٰذا کام ہو رہا ہے۔ جب اللہ کا امر ہوتا ہے تو پھر ہر ناممکن، ممکن ہو جاتا ہے۔

پیغام

اس صدی میں دین اسلام کی تجدید تحریک منہاج القرآن کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ کروا رہا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس قافلے میں شریک ہوگئے۔ لوگ آتے رہیں گے، جاتے رہیں گے، سواریاں چڑھتی ہیں، اترتی ہیں مگر ہر ایک کو منزل نصیب نہیں ہوتی۔ خوش نصیب ہے وہ جو اس گاڑی پر چڑھے گا اور منزل پر جا کر اترے گا۔

تحریک منہاج القرآن کے 39 ویں یوم تاسیس پر کارکنان و رفقاء کو یہ پیغام ہے کہ ہر ایک کو اللہ نے کوئی نہ کوئی صلاحیت، استعداد اور خوبی ودیعت کی ہے، جس کے پاس جو صلاحیت ہے اُسے چاہئے کہ وہ اُس کو اِس مشن کے فروغ کے لیے استعمال کرے۔ حضور ﷺ کے عشق اور روحانیت کے اس مشن کی رفاقت میں آ کر تجدید دین اور احیائے اسلام کے اس مشن کے لیے دن رات ایک کر دیں اور حقیقی معنی میں اسلام کی حقیقی اور سچی تعلیمات کے علمبردار بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

❁❁❁❁❁

مخلوقِ خدا کی خدمت اللہ کی خدمت ہے

خدمتِ خلق کی ضرورت و اہمیت سیرتِ طیبہ ﷺ کے تناظر میں

حدیث نبوی ﷺ ہے ”لوگوں میں بہتر وہ ہے جو انسانوں کو نفع پہنچاتا ہے“

ڈاکٹر علی اکبر الازہری

ایک فرد کی زندگی کے دو پہلو ہیں: ایک پہلو سے وہ اپنے خالق سے متعلق ہے اور دوسرے اعتبار سے وہ مخلوقِ خداوندی سے جڑا ہوا ہے۔ خالق کے حوالے سے وہ احساس، عجز و نیاز اور عبودیت کو اپناتا ہے جبکہ مخلوق کی نسبت سے خدمت، نفع بخشی اور فیض رسانی کو شعار بناتا ہے۔ ”خلق“ اللہ کا کنبہ ہے جس سے حسن سلوک دنیوی و اخروی فلاح کی ضمانت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے خدمتِ خلق کے حوالے سے ایسے مظاہر کا اظہار فرمایا کہ تاریخ انسانی اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ بعد از اعلانِ نبوت کی زندگی تو پوری ہی خدمت انسانی سے عبارت ہے، قبل از اعلانِ نبوت بھی آپ ﷺ اس ذمہ داری سے کماحقہ عہدہ برآ ہوتے رہے۔ معاشرے کے یتیموں، بے کسوں، بیواؤں، مجبور و مقہور افراد کی داد رسی آپ ﷺ کا شیوہ تھا بلکہ پیغمبرانہ طریق کا دوسرا بنیادی ہدف ہی خدمتِ خلق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی خدمت کو خالق کی خدمت قرار دیا ہے۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انسان سے کہے گا: اے ابن آدم! میں بیمار پڑا رہا لیکن تو نے میری عیادت نہیں کی۔ انسان کہے گا: تو سارے جہاں کا پروردگار ہے تو کب بیمار تھا اور میں تیری عیادت کیسے کرتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے لیکن اس کے باوجود تو اس کی مزاج پرسی کے لیے نہیں گیا۔ اگر تو اس کے پاس جاتا تو مجھے وہاں پاتا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا لیکن تو نے کھانا نہیں دیا۔ انسان عرض کرے گا: اے رب العالمین! تو کب بھوکا تھا اور میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے یاد نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا لیکن تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا۔ اگر تو نے اس کا سوال پورا کیا ہوتا تو آج اس کا ثواب یہاں پاتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا لیکن تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ انسان عرض کرے گا: اے دونوں جہاں کے پروردگار! تو کب پیاسا تھا اور میں تجھے کیسے پانی پلاتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: فلاں بندے نے تجھ سے پانی طلب کیا لیکن تو نے اس کی پیاس بجھانے سے انکار کر دیا تھا اگر تو نے اس کی پیاس بجھائی ہوتی تو آج اس کا ثواب یہاں پاتا۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ باب فضل عیادۃ المریض)

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ مخلوق کی خدمت کرنا اللہ تعالیٰ کی خدمت کرنے کے زمرے میں آتا ہے۔ جس طرح اللہ کی عبادت دین ہے اسی طرح بندوں کی خدمت بھی دین ہے۔ خدمتِ خلق کے ذریعے بندوں کے درمیان محبت و الفت کو فروغ حاصل ہوتا ہے اور باہمی قربت بڑھنے سے مسلمان ایک جسم کی مانند ہوجاتے ہیں۔ حاجت مندوں کی مدد کرنا اور مشکل حالات سے دوچار انسانوں کو سہارا دینا ایک مفید معاشرتی عمل ہے۔

خدمتِ خلق: احادیث مبارکہ کی روشنی میں

حضور نبی اکرم ﷺ نے خدمتِ خلق کو روحانی و اخلاقی بنیاد فراہم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَّنْفَعُ النَّاس. (کنز العمال، کتاب المواعظ والرقائق، باب، خطب النبی ومواعظہ، ج۱۶، ص۵۴)

''لوگوں میں بہتر وہ ہے جو انسانوں کو نفع پہنچاتا ہے''۔

یہ نفع رسانی بغیر کسی ذاتی غرض و مصلحت کے ہے، رشتہ داروں، عام ضرورت مندوں، عام انسانوں، حتی کہ جانوروں سے حسنِ سلوک بھی پسندیدہ رویہ ہے جبکہ بدسلوکی اور ضرر رسانی ناپسندیدہ رویہ ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان شر الناس عندالله منزلته يوم القيامة من تركه الناس اتقاء شره (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب لم یکن النبی فاحشا)

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن رتبے کے لحاظ سے بدترین انسان وہ ہوگا جس کے شر کے ڈر سے لوگ اسے چھوڑیں''۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

والذی نفسی بيده لا يومن عبد حتى يحب لاخيه مايحب لنفسه (سنن ترمذی، کتاب السیر، باب فی التحریق والتخریب)

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کوئی بندہ اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہ (بھلائی) نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے''۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الراحمون يرحمهم الرحمن ارحموا من فی الارض يرحمكم من فی السماء (مسند احمد بن حنبل، ۴: ۳۰۷)

''رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم کرتا ہے، زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا''۔

خدمتِ خلق کے فوائد

خدمتِ خلق کا پہلو اپنے اندر متعدد حوالے سے کئی فوائد و ثمرات سمیٹے ہوئے ہے۔ ذیل میں ان میں سے چند فوائد درج کیے جارہے ہیں:

۱۔ خدمتِ خلق فرد کی تربیت کا بڑا ذریعہ ہے۔ اس کے باعث انسان رذائلِ اخلاق اور نفس کے فریب سے نجات حاصل کرسکتا ہے۔ دنیا میں فساد کا بڑا سبب فرد کی حد سے بڑھی ہوئی ہوس، اس کی طبیعت کا بخل اور اس کا جبر و تشدد ہے۔ یہ اس کی ہوس ہی تو ہے جس سے معاشرہ استحصال کا شکار ہوتا ہے۔ یہ اس کے نفس کا غرور ہی تو ہے جو جبر و تشدد اور ظلم و دہشت کو جنم دیتا ہے اور یہ اس کا بخل ہی تو ہے جو معاشی زندگی کی نشوونما روکنے کا باعث بنتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان اخلاقی بیماریوں کا علاج خدمتِ خلق کے ذریعے کیا ہے۔

۲۔ خدمتِ خلق کے لیے محبت، شفقت اور ہمدردی و اخلاص کے علاوہ ایثار و قربانی کا جذبہ ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایثار کی ترغیب دلائی۔ قرآن پاک میں انصار کے ایثار کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا گیا:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

''جو اُن (مہاجرین) کو دیا جاتا ہے اور اپنی جانوں پر انہیں ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود اِنہیں شدید حاجت ہی ہو، اور جو شخص اپنے نفس کے بُخل سے بچالیا گیا پس وہی لوگ ہی با مراد و کامیاب ہیں''۔ (الحشر، ۵۹: ۹)

۳۔ خدمتِ خلق کے ذریعے ایک ایسا ماحول پیدا ہوتا ہے جس میں ہر فرد دوسرے کے لیے سوچتا اور عمل کرتا ہے۔ چونکہ خدمتِ خلق سے فرد کے ذاتی مفادات کی قربانی ہوتی ہے، اس لیے طبائع آسانی سے اس کی طرف مائل نہیں ہوتیں۔ انبیاء علیہم السلام نے انسان کو اس کام کے لیے آمادہ کرنے پر بڑی محنت کی ہے۔ اللہ کی توحید کا شعور اور خدمتِ خلق کے طریقے اختیار کیے ہیں، اسوۂ حسنہ کا مطالعہ کرنے سے وہ گوشے واضح ہوجاتے ہیں۔

۴۔ خدمتِ خلق کا سب سے زیادہ فائدہ خدمت کرنے والے کو ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ غیب سے اس کی مدد فرماتا ہے۔ اس کے اپنے کام بھی ہوجاتے ہیں اور آخرت کا اجر اس کے علاوہ ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

والله فی عون العبد ماکان العبد فی عون اخیه.

(سنن ترمذی، کتاب البر، باب ماجآء فی الستر ۃعلی المسلم)

''نبی اکرمﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد اس وقت تک کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے''۔

دوسرے موقع پر اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

المسلم اخو المسلم لا یظلمه ولا یسلمه ومن کان فی حاجة اخیه کان الله فی حاجته ومن فرج عن مسلم کربة فرج عنه کربة من کربات یوم القیامة (صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم ظلم المسلم)

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس سے کنارا کرتا ہے۔ جو آدمی اپنے بھائی کا کوئی مسئلہ حل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی بھی حاجت پوری کرتا رہتا ہے اور جس نے اپنے بھائی کے دکھ میں حصہ لیا، اللہ قیامت کے دن اس کی مشکل میں سے ایک مشکل کو دور کردے گا اور جس نے دنیا میں اپنے بھائی کی پردہ پوشی کی، اللہ قیامت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا''۔

صرف یہی نہیں بلکہ اسکے بدلہ میں بڑا اجر بھی ہے جس کے متعلق رسول اللہﷺ نے فرمایا:

من قضی لاخیه حاجة کان بمنزلة من خدم الله عمره (جامع الصغیر، جلال الدین سیوطی، ۲: ۷۹)

''اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنا ایسا ہے جیسے ساری عمر اللہ کی خدمت کرنا''۔

۵۔ دنیوی فوائد کے ساتھ خدمتِ خلق کے اخروی فائدہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہﷺ نے فرمایا:

من اغاث ملهوفا کتب الله له ثلاثا وسبعین مغفرة واحده منها صلاح امره کله وثنتان وسبعون له درجات یوم القیامة. (جامع الصغیر، سیوطی، ۲: ۶۵)

''جس نے مشکلات میں گھرے کسی شخص کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں مغفرت کے ساتھ تہتر (۷۳) نیکیاں لکھے گا۔ ان میں سے ایک بدلہ یہ ہے کہ اس کے تمام کام ہوجائیں گے اور بہتر (۷۲) درجات قیامت کے دن ملیں گے''۔

خدمتِ خلق: شرائط، ذمہ داریاں اور تقاضے

خدمتِ خلق کرنے والوں کے لیے لازم ہے کہ وہ اس احسن عمل سے رضاء الٰہی کے طالب ہوں اور خدمت میں ثابت قدم رہیں چاہے تھوڑی خدمت کریں لیکن اس پر قائم رہیں۔ اس میں اخلاصِ نیت کو ملحوظ رکھیں، نام ونمود اور دکھلاوا نیکیوں کو ضائع کردیتا ہے۔

۲۔ تمام نیکیوں کی بنیاد رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ تمام عبادتیں اس کے بغیر بے کار ہوجاتی ہیں۔ ایک صحابی نے آپﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ! کوئی شخص اس لیے لڑتا ہے کہ مالِ غنیمت ہاتھ آئے، کوئی اس لیے کہ وہ بہادر کہلوائے اور کوئی اس لیے کہ اس کو شہرت حاصل ہو تو ان میں سے کون ہے جس کا عمل جہاد فی سبیل اللہ متصور ہوگا؟ تو آپﷺ نے فرمایا:

من قاتل لتکون کلمة الله هی العلیا فهو فی سبیل الله. (صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا)

''جو اس لیے لڑتا ہو کہ اللہ کی بات بلند ہو، وہی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہے''۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:

''گھوڑا باندھنا کسی کے لیے اجر کا باعث ہے، کسی کے لیے پردہ پوشی ہے اور کسی کے لیے گناہ ہے۔ اجر کا باعث اس کے لیے جو اللہ کی راہ میں اسے باندھتا ہے تو اس کے چرنے اور پانی پینے کا بھی اس کو ثواب ملتا ہے۔ پردہ پوشی اس کے لیے ہے جو ضرورتاً اس لیے باندھتا ہے کہ خدا نے اس کو دولت دی ہے تو اس کو اپنی ضرورت کی چیز دوسروں سے مانگنی نہ پڑے تو وہ رحم وشفقت کے ساتھ اس سے کام لیتا ہے اور اس کا حق ادا کرتا ہے۔ گناہ اس کے لیے جو فخر اور نمائش کے لیے باندھتا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب الخیل الثلاثة)

معلوم ہوا کہ اگر خدمتِ خلق میں یا کسی بھی امر میں رضائے الٰہی مقصود نہ ہو تو اس عمل کی افادیت ختم ہوجاتی ہے۔ رضائے الٰہی کے حصول کی نیت ہی اخلاق اور خدمت کے رویوں کو درست سمت عطا کرتی ہے۔ اسی لیے اسلام نے نیت کو بہت

اہمیت دی ہے۔ نیت دراصل غرض و غایت متعین کرتی ہے۔ اگر نیت رضائے الٰہی کا حصول ہے تو تمام اعمال نتیجہ خیز ہیں اور اگر نیت کسی اور مقصد کے لیے ہے تو اس سے اخروی نتائج ضائع ہوجاتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا. (آل عمران، ۳: ۱۴۵)

’’اور جو شخص دنیا کا انعام چاہتا ہے ہم اسے اس میں سے دے دیتے ہیں، اور جو آخرت کا انعام چاہتا ہے ہم اسے اس میں سے دے دیتے ہیں‘‘۔

خدمتِ خلق اور حکمرانوں کا کردار

اسلام خدمتِ خلق سے وابستہ تمام طبقوں، حکمرانوں اور ان سے وابستہ افراد سے خلق خدا کے لیے محبت و شفقت چاہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ یحب الرفق فی الامر کله. (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الرفق فی الامر کلہ)

’’اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں نرمی کو پسند کرتا ہے‘‘۔

نفع بخشی و فیض رسانی اولین خدمت ہے جس کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے توجہ دلائی۔ باہمی رحمت و شفقت کی اس پالیسی کو آپ ﷺ نے نہایت خوبصورت انداز میں مسلمانوں کی جماعت کے حوالے سے بیان فرمایا: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

تری المومنین فی تراحمهم وتوادهم وتعاطفهم کمثل الجسد اذا اشتکی عضو تداعی له سائر جسده بالسهر والحمی. (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس)

’’تو مومنوں کو باہمی رحم دلی، دوستی اور باہمی مہربانی میں ایک جسم کی مانند پائے گا جب کسی عضو کو دکھ پہنچتا ہے تو سارا جسم بے خوابی اور تکلیف میں مبتلا ہوجاتا ہے‘‘۔

ملک کے حکمران بھی ’’**امیر القوم خادمهم**‘‘ کے ارشاد نبوی ﷺ کے مصداق قوم کے خادم ہوتے ہیں۔ اس لیے ائمہ کرام نے حکمرانوں کو بھی اس حوالے سے متعدد نصیحتیں کی ہیں۔ امام غزالیؒ حکمرانوں، ان کے کارندوں اور خدمت گاروں کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’حکمران کو محض اس پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے کہ وہ بذاتِ خود ظلم اور بے انصافی نہیں کرتا بلکہ اسے چاہئے کہ وہ اپنے نوکروں، گماشتوں اور نائبوں کو بھی راہِ راست پر چلائے اور ان کے مظالم پر چشم پوشی نہ کرے۔ روزِ قیامت محض اس کے اپنے ہی اعمال کی پرسش نہیں ہوگی بلکہ اس کے ملازموں کی غلط کاروائیوں کی بھی پرسش ہوگی اور ایسا کرنا اس وقت تک مشکل ہے کہ جب تک حکمران اپنے اندر انصاف پیدا نہیں کرلیتا۔ انصاف پسندی کے لیے یہ ضروری ہے کہ استبداد پسندی، شہوت اور غصے کو عقل پر قابو نہ پانے دیا جائے ورنہ عقل اور دین ان کے اسیر بن جائیں گے۔ عام طور پر انسان عقل کو نیام میں بند کردیتے ہیں اور غصے اور شہوت کو اپنے اوپر حاوی ہونے دیتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ دین اور عقل فرشتوں کا جوہر اور اللہ تعالیٰ کی فوج ہیں۔ جبکہ شہوت اور غصہ ابلیس کی فوج ہیں۔ کیسے وہ آدمی دوسروں کے ساتھ انصاف کرسکتا ہے جو دین اور عقل کو شیطان کی فوج کا قیدی بنادے۔ انصاف کا سورج پہلے حکمران کی روح میں طلوع ہوتا ہے پھر اس کی شعاعیں پہلے خانہ خواص، پھر اہلکاروں اور پھر رعیت پر پڑتی ہیں۔ جو بھی سورج کے بغیر روشنی کی شعاعیں چاہتا ہے وہ ناممکن کی توقع کرتا ہے‘‘۔

سید دو عالم ﷺ کو خالق کائنات نے جو مرتبہ عطا فرمایا تھا وہ بنی نوع انسان میں کسی کو نہیں ملا۔ آپ ﷺ نے خود فرمایا:

انا سید ولد آدم ولا فخر.

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الشفاعۃ)

’’میں بنی آدم کا سردار ہوں اور اس پر اظہار فخر نہیں کرتا‘‘۔

اللہ نے آپ ﷺ کو ’’رحمۃ للعالمین‘‘ کا لقب عطا فرمایا۔ دنیوی لحاظ سے آپ ﷺ معاشرے کے معزز فرد تھے۔ آپ ﷺ کا خاندان عالی نسب اور نسب صاحب فضیلت تھا۔ منصب نبوت کے باعث آپ ﷺ کے پیروکار آپ ﷺ کے ایک اشارے پر بڑے سے بڑا کام کر گزرنے سے دریغ نہ کرتے۔ بایں ہمہ آپ ﷺ میں ذرہ بھر غرور نہیں تھا بلکہ آپ ﷺ کی ذات سے تواضع کے ایسے مظاہر منقول ہیں کہ انسان محوِ حیرت رہ جاتا ہے۔ غریب سے غریب شخص بیمار ہوتا تو عیادت کو تشریف لے جاتے۔ مفلسوں اور فقیروں کے ساتھ بیٹھتے تو اس طرح بیٹھتے کہ

امتیازی حیثیت کے باوجود کوئی آپ ﷺ کو پہچان نہ سکتا۔ کسی مجمع میں جاتے تو جہاں جگہ مل جاتی بیٹھ جاتے۔ ایک دفعہ ایک شخص ملنے آیا لیکن آپ ﷺ کی شخصیت کا رعب اس قدر طاری ہوا کہ کانپنے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: گھبراؤ نہیں، میں بادشاہ نہیں بلکہ ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت پکا کر کھایا کرتی تھی۔ (مستدرک للحاکم، باب فتح مکہ، ۳: ۴۸)

آپ ﷺ گھر کا کام کاج کرنے میں کوئی حرج محسوس نہ کرتے۔ کپڑوں میں پیوند لگاتے، دودھ دوھ لیتے، بازار سے سودا لاتے، غلاموں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھتے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے میں کبھی کوفت محسوس نہ کرتے۔ جب دنیا کی سب سے عظیم شخصیت کا کردار یہ تھا تو آپ ﷺ کے نام لیواؤں میں سے ہر ایک کو اس کردار سے روشنی کشید کرتے ہوئے اپنے ظاہر و باطن کو منور کرنا چاہئے۔

خدمتِ خلق کس طرح کریں؟

خدمتِ خلق کے کئی انداز ہیں:

۱۔ خدمت کا ایک انداز یہ ہے کہ انسان اپنا مال ضرورت مندوں کے لیے وقف کردے۔

۲۔ دوسرا انداز یہ ہے کہ مال تو نہیں ہے لیکن اپنا وقت اور زندگی وقف کردے۔

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ نہ مال دے سکتا ہے نہ وقت لیکن اپنے تعلقات اثر و رسوخ کے ذریعہ لوگوں کے کام کرادے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

من مشی مع اخیه فی حاجته فنا صحه فیها جعل الله بینه وبین النار یوم القیامة سبع خنادق بین الخندق کما بین السماء والارض. (جمع الجوامع، سیوطی، ۱: ۸۳۷)

''جو شخص اپنے کسی بھائی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اس کے ساتھ گیا، پھر اس کا وہ کام کیا تو اللہ تعالیٰ اس وقت کے صرف کرنے کے بدلے قیامت کے روز اس کے اور جہنم کے درمیان سات خندقوں کے برابر فاصلہ کردیں گے اور ان خندقوں کا حال یہ ہے کہ ان میں سے ایک خندق اتنی بڑی ہوگی جتنا زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے''۔

مال کے ذریعہ خدمت کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ زکوٰۃ، فدیہ، فطرانہ کی صورت میں۔

۲۔ واجبات کے علاوہ بھی ضرورت مندوں کی حاجت کے لیے خرچ کرنا۔

ارشاد فرمایا:

وَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ.

''اور اُن کے اموال میں سائل اور محروم (سب حاجت مندوں) کا حق مقرر تھا'' (الذاریات، ۵۱: ۱۹)

قرآن و سنت کی رو سے اخلاق کا تعلق ایمان باللہ سے ہے، اس لیے اخلاق کی غرض و غایت رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ کسی رویئے کا حسنِ خلق ہونا دراصل اسی پر منحصر ہے اور اس کی حقیقی قدر و قیمت کا تعین بھی اسی سے ہوگا۔ انسان کی بڑی سے بڑی قربانی بھی اس کے بغیر اپنی تاثیر کھودیتی ہے۔ قرآن مجید نے جان و مال کی قربانی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللهِ ط وَاللهُ رَءُوْفٌ م بِالْعِبَادِ. (البقرہ، ۲: ۲۰۷)

''اور (اس کے برعکس) لوگوں میں کوئی شخص ایسا بھی ہوتا ہے جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنی جان بھی بیچ ڈالتا ہے، اور اللہ بندوں پر بڑی مہربانی فرمانے والا ہے''۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا. (النساء، ۴: ۱۱۴)

''اور جو کوئی یہ کام اللہ کی رضا جوئی کے لیے کرے تو ہم اس کو عنقریب عظیم اجر عطا کریں گے''۔

کسی شخص کی مالی اعانت خدمتِ خلق کا بہت عمدہ نمونہ ہے۔ بالخصوص جب اس میں کوئی ذاتی غرض وابستہ نہ ہو۔ اس کو قرآن نے مومن کی خصوصیات میں شمار کیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى. وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى. اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى. (اللیل، ۹۲: ۱۸ تا ۲۰)

''جو اپنا مال (اللہ کی راہ میں) دیتا ہے کہ (اپنے جان و مال کی) پاکیزگی حاصل کرے۔ اور کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جا رہا ہو۔ مگر (وہ) صرف اپنے ربِ عظیم کی

"بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا"

ریٹائرمنٹ کا اعلان، ایک نئی روایت قائم

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے عوام سے مل کر استحصالی نظام کے خلاف قابلِ فخر جدوجہد کی اور عوامی شعور بیدار کیا

خصوصی رپورٹ

بہت کم شخصیات ایسی ہوتی ہیں جو بنی نوع انسانیت اور اہلِ وطن کے لیے کچھ اہداف مقرر کرتی ہیں اور پھر اللہ کی تائید و نصرت سے وہ اپنی زندگی میں ہی ان اہداف کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری بھی انہی خوش قسمت ہستیوں اور شخصیات میں سے ایک ہیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی شخصیت کا مختصر الفاظ میں اگر احاطہ کیا جائے تو ہم انہیں ایک ریفارمر قرار دیں گے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے دین اور سیاست میں بے مثال خدمات انجام دیں۔ اگر ان کی خدمتِ دین پر مختصر سی نگاہ ڈالی جائے تو انہوں نے امت کے شعور کو اجاگر کرنے کے لیے ایک ہزار سے زائد کتب تحریر کیں، عالمی معیار کی یونیورسٹی، کالجز اور سیکڑوں تعلیمی ادارے بنائے اور ویلفیئر کے بین الاقوامی معیار کے ادارے قائم کیے، انہوں نے بیک وقت دین، سیاست اور فلاح عامہ کے لیے عظیم کام کیا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی ذات اور قلم کی وجہ سے آج ہزاروں خاندان برسرِ روزگار ہیں، ان کی ذات علمی، روحانی، تربیت کا منبع ہونے کے ساتھ ساتھ روزگار کی فراہمی کا بھی ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ انہوں نے پوری دنیا میں اسلام کے پرچم کو سربلند رکھنے کیلئے عالمگیر تنظیمی نیٹ ورک کا جو خواب آنکھوں میں سجایا تھا، 39 سال کے مختصر عرصہ میں انہوں نے اس خواب میں تعبیر کے رنگ بھر دیئے۔ آیئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی نظام کی اصلاح کے لیے انجام دی جانے والی خدمات اور قائم کیے جانے والے اداروں کا مختصر سا جائزہ لیتے ہیں:

عوامی تحریک کا قیام اور ایجنڈا

پاکستان عوامی تحریک 25 مئی 1989ء میں قائم ہوئی۔ اول روز سے اس کی جدوجہد وطنِ عزیز سے کرپشن، استحصال، دھن، دھونس اور دھاندلی پر مبنی انتخابی نظام کے خاتمے، جامع اصلاحات اور حقیقی جمہوریت کے قیام کے لیے تھی۔ جائز و ناجائز طریقے سے اقتدار کا حصول کبھی بھی عوامی تحریک کے پیش نظر نہیں رہا۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے مروجہ سیاست کے برعکس سیاست کو تجارت نہیں بننے دیا۔ عوامی تحریک تشکیل دینے سے قبل بھی ان کا انقلابی ایجنڈا بڑا واضح تھا۔

عوامی تحریک کے پلیٹ فارم سے دسمبر 2012ء میں مینار پاکستان پر ایک عظیم الشان جلسہ / عوامی استقبال کا انعقاد ہوا۔ اتنا بڑا انسانی سمندر مینار پاکستان پر اس سے پہلے دیکھا گیا اور نہ آئندہ دیکھا جا سکے گا۔ اس عوامی استقبال میں الیکشن کمیشن کو آئین کے مطابق ترتیب و تشکیل دینے کے لیے لانگ مارچ کا اعلان ہوا اور پھر جنوری 2013ء میں لاکھوں عوام اسلام آباد گئے اور اس وقت کی حکومت نے انتخابی نظام کو آئین کے تابع کرنے کے لیے تحریری معاہدہ کیا۔ اس طرح اس لانگ مارچ کے ذریعے نظامِ انتخاب کی کوتاہیاں اور قباحتیں عوام الناس تک

پہنچیں۔اس کے بعد عوامی تحریک کے پلیٹ فارم سے سیکڑوں شہروں میں غیر آئینی انتخابی عمل کے خلاف پرامن ریلیاں نکالی گئیں۔ 2014 ء میں انقلاب مارچ کیا گیا اور اس نظام کا اصل چہرہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے قوم کو دکھایا۔ 2014 ء کا انقلاب مارچ پاکستان کی سیاسی، احتجاجی تحریک میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

بیداریٔ شعور مہم اور اداروں کا قیام

1993ء کے آغاز میں جامع عوامی تعلیمی منصوبہ کا اعلان کیا گیا، یہ بیداری شعور مہم کا حصہ تھا،اس پر تسلسل سے کام جاری ہے، جامع اصلاحات آئینی نظام انتخاب اور حقیقی جمہوریت کی ترویج کیلئے پاکستان عوامی تحریک کے پلیٹ فارم سے بیداری شعور مہم چلائی گئی۔قوم کو ایجوکیٹ کرنے اور شرح خواندگی میں اضافہ کے لیے ملک بھر میں 600 سے زائد ماڈل تعلیمی ادارے قائم کیے گئے جن میں منہاج یونیورسٹی لاہور، کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز، منہاج گرلز کالج،آغوش گرائمر سکول جیسے ممتاز تعلیمی ادارے قابلِ ذکر ہیں۔آج لاکھوں طلبہ ان تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کررہے ہیں اور ہزاروں اساتذہ قوم کے بچوں اور بچیوں کو زیورعلم سے آراستہ کررہے ہیں۔ مزید تعلیمی منصوبے، سکولز اور کالجز قائم کیے جارہے ہیں۔تعلیمی شعبہ میں شیخ الاسلام کی یہ وہ عظیم خدمت ہے جس پر پاکستان کے عوام فخر کر سکتے ہیں۔

پاکستان عوامی اتحاد کی تشکیل/دیگر الائنس

پاکستان عوامی تحریک کے پلیٹ فارم سے حقیقی جمہوریت کی بحالی کیلئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی سربراہی میں پاکستان کی سیاست میں قابل ذکر اتحاد قائم ہوئے، اس ضمن میں پاکستان عوامی اتحاد تشکیل پایا۔ اس کے علاوہ گرینڈ ڈیموکریٹک الائنس، ڈیموکریٹک نیشنل الائنس بھی بنے۔نوابزادہ نصراللہ، محترمہ بینظیر بھٹو اور دیگر ممتاز سیاسی شخصیات اس میں شامل تھیں۔ ان پلیٹ فارمز سے شہر شہر جا کر جلسے کیے گئے اور عوامی شعور اجاگر کیا گیا۔عوام کی توجہ کرپشن اور دھاندلی سے پاک نظام کی طرف مبذول کروائی گئی۔نظام کی تبدیلی کو عوامی نعرہ بنایا گیا۔ استحصالی نظام کے خلاف پہلے کبھی کسی نے بات نہ کی تھی ،یہ سوچ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے دی۔

انتخابی سیاست میں حصہ اور نتیجہ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے 1989 ء میں عوامی تحریک کی داغ بیل ڈالتے ہوئے یہ اعلان کیا تھا کہ ہم دو الیکشن لڑیں گے اور دیکھیں گے کہ اس نظام کے تحت کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ 1990ء اور 2002ء میں ہونے والے دو الیکشن لڑنے کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ نظام پڑھے لکھے مڈل کلاس کے نمائندوں کو منتخب نہیں ہونے دے گا، اس نظام کے تحت وہی لوگ برسراقتدار آسکتے ہیں جن کے پاس منی لانڈرنگ، کرپشن، منشیات، لوٹ مار کا پیسہ ہے اور جن کے پاس بندوق اور ڈنڈا بردار افرادی قوت ہے ،یہ نظام ان کا ہے جو انتظامی مشینری کو خرید سکتے ہیں یا ڈرا کر اپنے ساتھ ملا سکتے ہیں۔ لہٰذا شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اپنی حکمت عملی کے تحت بیداری شعور مہم کو اجاگر کرنے کا فیصلہ کیا اور پاکستان کے اندر اور باہر بے مثال تعلیمی ادارے قائم کیے اور مزید کیے جارہے ہیں۔

انتخابی سیاست سے الگ رہنے کا فیصلہ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری وہ واحد سیاستدان ہیں جنہوں نے 2002 ء کے انتخابات میں حصہ لیا اور قومی اسمبلی کی نشست پر کامیاب ہوئے مگر جب انہوں نے دیکھا کہ قومی اسمبلی صرف ایک ڈیبیٹ کلب ہے، یہاں پر مراعات کے لیے اور اپنے جائز و ناجائز کاروبار بڑھانے کے لیے ریاستی اور جمہوری طاقت کا ناجائز استعمال کیا جاتا ہے تو انہوں نے ان مراعات اور اسمبلی کو ٹھوکر مار دی اور پاکستان کے عوام اور مسلم امہ کے لیے عالمگیر بیداری شعور مہم کا آغاز کیا۔

انتہا پسندی اور دہشتگردی کے خاتمے کی جدوجہد

اسمبلی سے مستعفی ہونے کے بعد بیداری شعور مہم میں مزید تیزی لائی گئی مگر اس دوران ملک کو دہشت گردی اور انتہا پسندی

نے گھیر لیا، ہمارے بازار، مارکیٹیں، مساجد، خانقاہیں نیز اقلیتی عبادت گاہیں، فورسز کے مرکزی دفاتر اور سویلین ادارے خودکش دھماکوں کی لپیٹ میں آگئے۔ ہر سمت ایک خوف و ہراس کا عالم تھا،اس دوران انہوں نے انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خلاف فکری و نظریاتی سطح پر عالمگیر جدوجہد کا آغاز کیا اور نئی نسل کو فتنہ تکفیریت سے نہ صرف آگاہ کیا بلکہ اس سے بچنے کی سوچ بھی دی۔ 2010ء میں انسداد دہشتگردی کے خلاف ایک جامع فتویٰ دیا، امن نصاب دیا اور پوری دنیا میں امن کانفرنسز منعقد کر کے دنیا پر واضح کیا کہ اسلام ایک پرامن دین ہے، اس کا دہشت گردی اور انتہا پسندی سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ان کے اس بیانیے کو غیر مسلم ممالک اور حلقوں میں پذیرائی ملی۔

بیداری شعور مہم کے اہداف

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی بیداری شعور کی مہم کا یہ دورانیہ 2004ء سے لیکر 2012ء تک پوری شدت کے ساتھ جاری رہا، اس کے بعد انہوں نے سیاسی، انتخابی نظام کو کرپشن اور دھاندلی کے لاحق کینسر کے بارے میں قوم کو آگاہ کیا، کرپشن کے خاتمے کے لیے ادارہ جاتی اصلاحات اور آئین کے آرٹیکل 62اور 63 کی اہمیت کو اجاگر کیا اور آج یہی آرٹیکل کرپشن کے خاتمے کے لیے پہلی سیڑھی بنے۔

انتخابی نظام بدلنے کے لیے تحریری معاہدہ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے سیاست کو کرپشن اوردھاندلی زدہ انتخابی نظام سے پاک کرنے کیلئے 2013ء میں لانگ مارچ کیا ، اس مارچ میں لاکھوں افراد جن میں خواتین بھی شریک تھیں، اس لانگ مارچ کا اختتام اس وقت کی حکومت کے ساتھ انتخابی اصلاحات کے ضمن میں 8 نکات پر مشتمل ایک تحریری معاہدہ سے ہوا اوراس وقت کی حکومت نے نظام انتخاب کے اندر موجود نقائص کو تسلیم کیا، اس معاہدے میں وزیراعظم ،کابینہ کے وزراء اور حکومتی اتحادی شامل تھے۔8 نکاتی معاہدے میں اس بات کو تسلیم کیا گیا کہ ضروری قانون سازی کر کے الیکشن کمیشن کو آئین کے مطابق کردار کی ادائیگی کے قابل بنایا جائے گا۔ سیاسی محاذ پر یہ ایک بہت بڑی کامیابی تھی ، حکومت عوامی دباؤ پر معاہدہ کرنے پر مجبور ہوئی۔

آئین کا آرٹیکل 62 اور 63

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی سیاسی،عوامی جدوجہد کی وجہ سے عوام کی توجہ آئین کے ان آرٹیکلز کی طرف گئی جن کا کبھی ذکر نہیں ہوا تھا۔ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اس بات پر زور دیا کہ جو نمائندے آئین کے آرٹیکل 63,62 پر پورا نہیں اترتے، انہیں رکن پارلیمنٹ بننے کا یا رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ اس آرٹیکل پر اس سے پہلے کبھی بات نہیں کی گئی تھی اور پھر بعدازاں کرپٹ ترین پولیٹیکل عناصر انہی آرٹیکلز کے تحت نااہل ہوئے اور ان کا احتساب شروع ہوا۔

سانحہ ماڈل ٹاؤن

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی پرعزم سیاسی جدوجہد اور اشرافیہ کے خلاف احتجاجی لائحہ عمل پر انہیں سنگین نتائج کی نہ صرف دھمکیاں دی گئیں بلکہ اس وقت کی کرپٹ ایلیٹ نے سانحہ ماڈل ٹاؤن برپا کیا۔سینکڑوں پولیس اہلکاروں اور افسران نے ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی رہائش گاہ پرحملہ کیا ،14 لوگوں کو شہید کیا، سیکڑوں کو بہیمانہ تشدد کا نشانہ بنایا لیکن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ بعدازاں کرپٹ اشرافیہ نے معافی تلافی کے لیے رابطے کیے جنہیں مسترد کر دیا گیا اور آج بھی حصولِ انصاف کی جدوجہد جاری ہے۔

فیڈرل کونسل اور سنٹرل ورکنگ کونسل سے مشاورت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے دیگر سیاسی جماعتوں کے موروثی نظام سیاست کے برعکس عوامی تحریک کی باگ ڈور اس کے کارکنوں کے ہاتھ میں دی ہے۔ یہاں پر کوئی کونسلر کا عہدہ نہیں چھوڑتا، ڈاکٹر صاحب نے ایم این اے شپ اور پارٹی کی صدارت سے ریٹائرمنٹ لے کر ایک نئی روایت قائم کی ہے۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا...... آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

عجز و انکساری اور صبر و رضا کی فضیلت

اللہ اپنے پیارے بندوں کے صبر و شکر کا آخری ساعت تک امتحان لیتا ہے

علامہ غلام مرتضیٰ علوی

ننھی سی جان ماں کی گود میں بلک بلک کر خاموش ہوگئی۔ نہ چھاگل میں پانی کا گھونٹ تھا اور نہ چھاتی میں دودھ کا قطرہ۔ ماں بھی پیاس سے نڈھال تھی اور معصوم کو بھی دن بھر سے پانی کا قطرہ میسر نہ تھا۔ ماں نے بچے کو ہلایا مگر خشک حلق سے رونے کی آواز بھی نہ آرہی تھی۔ بچے کے چہرے پر موت کا رقص دیکھا تو ممتا کی روح کانپ گئی۔ ننھے شیر خوار کو سینے سے لگا کر پتھروں پر لٹا دیا اور چاروں طرف سیاہ بے جان پہاڑوں پر نگاہ دوڑائی، زندگی کی کہیں رمق دکھائی نہ دی تو پتھرائی ہوئی مایوس نگاہیں آسمان کی طرف کسی معجزے کی امید میں اٹھیں۔ بھیگی ہوئی پلکیں بند کرکے خود کو رب کے دربار میں حاضر کرتے ہوئے ممتا نے اپنے سارے وجود کو سوال بنا کر کائنات کے خالق و مالک سے اپنے معصوم بچے کے لیے اس کی کل خدائی سے محض چند قطرے پانی کے مانگے۔ ممتا کو اندر سے آواز آرہی تھی اگر اس نے ہمیں یہاں بلایا ہے تو ضائع (ہلاک) نہیں کرے گا۔ اس امید پر کہ ایک تڑپتی ممتا کو دیکھ کر ابر کے صبر کا پیمانہ چھلک پڑے گا اور آسمان چھم چھم برسے گا۔

اس امید پر کہ صحراؤں کی پیاس بجھانے والے چند قطرے میرے لعل کے لیے عطا کردے گا۔ اس نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھولیں مگر خالی آسمان کو دیکھ کر آنکھیں پتھرا گئیں۔ ایسے میں ساکت و جامد معصوم بیٹے پر نگاہ پڑی تو اس کا وجود لرزنے لگا۔ بچی کھچی ہمت جمع کی اور پانی کی تلاش میں چاروں طرف نگاہ دوڑائی، جس پہاڑی ٹیلے پر کھڑی تھی اس سے تیزی سے اتری اور پہاڑی کے دامن میں ہر طرف دیکھا کچھ نظر نہ آیا تو دوڑ کر مخالف سمت میں پہاڑی پر چڑھی اور دور تک دیکھا کہ شاید کوئی بھولا بھٹکا قافلہ ادھر سے گزر رہا ہو تو اس سے پانی کے چند قطرے مانگ لیے جائیں۔ لیکن جوں جوں مخالف سمت پہاڑی پر قدم بڑھتے جارہے تھے توں توں جگر کے ٹکڑے کے دور ہونے کا احساس جمع کی ہوئی ہمت چرا رہا تھا۔ جب دور دور تک کوئی بشر اور پانی کا قطرہ نظر نہ آیا تو اسی قوت سے واپس بیٹے کی جانب دوڑی۔ چشم قدرت ماں کی ممتا کی یہ بے بسی دیکھ رہی تھی۔ بیٹے کی سانسیں چلتی ہوئی محسوس ہوئیں تو پھر دوڑی ایک پہاڑی سے اتری اور دوسری پہاڑی پر چڑھی۔ الغرض بیٹے کی جان بچانے کی خاطر ماں نے دو پہاڑوں کے درمیان سات چکر لگائے۔ بالآخر تھکاوٹ، بے بسی اور پیاس کی شدت سے چور ہوکر جب ممتا بیٹے کے قدموں کے پاس ڈھیر ہوگئی تو کُنْ کی ایک آواز آئی اور جس پانی کی تلاش میں وہ رب کی بارگاہ میں گڑگڑائی اور میلوں کا سفر طے کیا، وہ پانی زمین کا سینہ چیر کر اسماعیل کی ایڑیوں کے نیچے سے ابل پڑتا ہے۔ ممتا کی جان میں جان آئی، تیزی سے اٹھی اور ہاتھوں سے چاروں طرف مٹی ڈال کر کہنے لگی: زم زم (ٹھہر جا، ٹھہر جا) میں اپنے اسماعیل کو تو پلالوں۔

معزز قارئین! کوئی بھی شخص بے بسی، رنج اور کرب کی کیفیت میں اس قدر جرأت اور ہمت و حوصلے سے آخری سانس تک حالات کا مقابلہ کرنے کے جذبات کا جملوں اور کلمات سے اندازہ نہیں لگا سکتا۔ شاید ایک ماہر اتھلیٹ آج سنگ مرمر کے فرش پر اے سی کے ماحول میں اس صفا مروہ پر مسلسل 7 چکر نہ لگا سکے جہاں تپتی دھوپ میں سنگلاخ پتھروں پر اسماعیل علیہ السلام کی والدہ نے بھوک اور پیاس کی شدت میں چکر لگائے۔

میں نے عالم تخیل میں رب کی بارگاہ میں دستِ سوال دراز کیا کہ باری تعالیٰ! تو کتنا بے نیاز ہے، اگر یہی امرِ کن چند منٹ پہلے کردیتا تو تیری محبوب بندی اس کرب سے تو نہ

گزرتی۔ غیب سے نداء آئی کہ میں پہلے اپنے بندے کا صبر آزماتا ہوں اور پھر اپنی مدد اتارتا ہوں۔

اے بندے کیا علم نہیں کہ میں نے اپنے بندے یوسف علیہ السلام کا صبر آزمایا، بھائیوں نے اسے زدو کوب کیا، قتل کرنے کا ارادہ کیا، رسیوں سے باندھا اور کنویں میں لٹکا دیا، میں رسی کے کٹنے تک یوسف علیہ السلام کا صبر آزماتا رہا اور جب دیکھا کہ وہ ثابت قدم ہے تو رسی کے کٹنے اور پانی میں گرنے کے باوجود بچالیا۔

اے بندے! تو نے نہیں دیکھا کہ جب عزیز مصر کی زوجہ نے 7 دروازے بند کرکے میرے یوسف کو برائی کی دعوت دی تو بند دروازوں میں بھی میرا یوسف میرا وفادار رہا تو میں نے اس کے لیے بند دروازے کھول دیئے۔

اے بندے! کیا تو نے نہیں پڑھا کہ جب مصر کے حکمرانوں نے میرے یوسف کو قید خانے میں بند کردیا، ناحق سخت سزائیں دیں اور سالوں قید رکھا۔ جب میں نے دیکھا کہ میرے یوسف نے خواب کی تعبیر کے بدلے میں بھی رہائی نہیں مانگی اور میری رضا پر راضی ہے تو کیا میں نے دشمنوں کے ہاتھوں اپنے یوسف کو تخت پر نہیں بٹھادیا۔ کیا کسی نے میرے بندے ایوب کا صبر نہیں دیکھا کہ جب میں نے اس سے مال، اولاد اور صحت کی نعمتیں واپس لے لیں اور اس کے جسم کو کیڑوں نے کھانا شروع کردیا مگر وہ شکر گزاری سے میرا ذکر کرتا رہا۔ جب وہ بے بسی تنہائی اور کرب کے اس عالم میں بھی مایوس نہیں ہوا اور میری رحمت کو آواز دینے لگا:

رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ. (الانبیاء: ۸۳)

’’جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف چھو رہی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر مہربان ہے‘‘۔

تو میں نے اسے صحت، مال، اولاد ساری نعمتیں دوگنی کرکے پلٹادیں۔ اے بندے! کون صبر و رضا کی اس کیفیت کو پہنچ سکتا ہے جب میرے ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق میں بٹھا کر اس بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینکا جارہا ہو جس کے شعلے آسمان کو چھورہے ہوں۔ عین اس لمحے موت کو سامنے دیکھ کر وہ جبرائیل کی مدد کو بھی ٹھکرا دے تو اے بندے منجنیق کی رسی کٹنے تک میں ابراہیم کا صبر آزماتا رہا اور پھر رسی کے کٹنے کے بعد اسی آگ کو اس کے لیے گلزار بنادیا۔ جب منجنیق کی رسی کٹنے تک آہ و زاری، فریاد، پکار اور بے قراری نہ دکھائی دے تو آگ گلزار بنتی ہے۔ رنج، الم، تکلیف اور کرب کو برداشت کرنا اور رضا پر راضی رہنا تو میرے مقرب بندوں کا شیوہ ہے۔

اے میرے بندو! تم تو عیدالاضحیٰ پر خوشی خوشی جانوروں کو ذبح کرتے ہو، تم میرے ابراہیم سے پوچھو کہ جب میں نے محض خواب دکھایا اور وہ اپنے اسماعیل کو لے کر قربانی کے لیے چل پڑا۔ ماں باپ اور بیٹے کو شیطان نے روکا تو انہوں نے اسے پتھر مارے۔ قربانی کا شوق اور صبر دیکھو کہ ایک منہ کے بل لیٹ رہا ہے تو دوسرا آنکھوں پر پٹی باندھ رہا ہے۔ میں چھری کے چلنے تک اپنے ابراہیم اور اسماعیل کا صبر آزماتا رہا اور چھری چل جانے کے بعد اسماعیل مسکراتا رہا اور دنبہ ذبح ہوتا رہا۔

بندگی کی معراج یہ نہیں ہے کہ بندہ کمزوری دکھائے، فرشتوں یا بندوں سے مدد مانگتا پھرے یا تقدیر ٹالتا رہے۔ بندگی کی معراج تو یہ ہے کہ وہ رسی کے کٹنے کے بعد بھی کنواں ہو یا نارِ نمرود چھلانگ لگادے۔ بندگی کی معراج یہ ہے کہ پانی کے قطرے کی بھی امید نہ ہونے کے باوجود جدوجہد جاری رکھے اور وہ قید خانوں کی سلاخوں کے پیچھے بھی اللہ ہی کی مدد کا آرزومند رہے۔

قرآنی آیات کی شکل میں الوہی ترانہ میرے کانوں میں غیب کی ندا بن کر گونجتا رہا اور میں لذت و سرور کی عجب کیفیت میں گم رہا۔ آواز آرہی تھی کہ بندے تو نے سوال کیا کہ چند لمحے پہلے اسماعیل کی ایڑیوں کے نیچے سے پانی نکل آتا تو میری بندی ہاجرہ اس کرب سے بچ جاتی، تو اس کے بجائے اُسے صبر کے بعد ملنے والی جزا کی طرف کیوں نہیں دیکھتا۔ اسماعیل کے تڑپنے نے قیامت تک انسانیت کو زم زم دے دیا۔ ہاجرہ علیہا السلام کے قدموں نے انسانیت کو کرب کی انتہا میں جینا سکھادیا اور قدموں کے وہی نشان شعائر اللہ بن گئے۔ زکریا کے صبر پر ہم نے انہیں یحییٰ علیہ السلام کی نعمت بھی تو عطا کی، یوسف کو قید خانے سے نکال کر تخت مصری بھی تو عطا کیا۔ چھری کے چلنے کے بعد **انی جاعلك للناس اماما** کے مصداق ابراہیم علیہ السلام کو انسانیت کا امام بھی تو بنادیا۔

میں نے رب کی بارگاہ میں عجز و نیاز سے عرض کی: مولیٰ! اگر کوئی اس لمحے بے صبری کردے، اذیت و کرب کے اس عالم میں آہ و فغان کردے یا تیری طرف دیکھنے کی بجائے تیرے

بندوں سے مدد کا آرزو مند ہوجائے تو؟ غیب سے ندا آئی کہ جب میرا بندہ جلدی نتیجہ چاہے یا میرے غیر کی طرف متوجہ ہوجائے تو پھر کسی کو اپنے یوسف کے دیدار کے لیے سالوں تڑپاتا ہوں، کوئی بادشاہ کو رہائی کا پیغام بھیجے تو میں قید خانے میں اس کا قیام بڑھا دیتا ہوں۔ (فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ) کوئی میرے امرِ کُنْ سے پہلے بستی چھوڑ دے تو میں مچھلی کے پیٹ میں ٹھہرا دیتا ہوں، کوئی میری قربتوں میں مستقل اور دائمی رہنے کی آرزو میں گندم کھالے تو میں زمین پر اتار دیتا ہوں۔

معزز قارئین! قصص الانبیاء میں پنہاں اس پیغام کو سمجھا تو سارے پردے اٹھ گئے اور واضح ہوگیا کہ 17 جون کو جب باطل اس عظیم مشن اور تحریک کا وجود مٹانے کی خطرناک سازش کے ساتھ حملہ آور ہوا تو اللہ رب العزت برستی گولیوں میں اپنے بندوں کا صبر آزماتا رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کے بندوں اور بندیوں نے نعرے لگاتے ہوئے موت کو سینے سے لگالیا تو خالق نے دشمنوں کو اپنے عزائم میں ناکام و نامراد واپس پلٹا دیا۔

قصص الانبیاء نے واضح کردیا کہ امرِ کُنْ رب کے ہاتھ میں ہے، اس نے کب مدد اتارنی ہے وہ بہتر جانتا ہے۔ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی. وہ انسان پر اتنا بوجھ ڈالتا ہے جتنا بندہ اٹھا سکتا ہے اور جب بوجھ استطاعت سے بڑھتا ہے تو وہ اپنی مدد اتار دیتا ہے۔

معزز کارکنان! جدوجہد کے کتنے مرحلے ہیں، تختِ مصری تک پہنچتے ہوئے کتنے کنوؤں، محلوں اور قید خانوں سے گزرنا ہے، انسانیت کی امامت کا تاج پہننے کے لیے، خاندان، اپنی جان، وطن، بیوی بچے اور بیٹے کی جان کس کس شے کی کتنی کتنی بار قربانی دینی ہے۔۔۔ کنوئیں، قید خانے اور مچھلی کے پیٹ میں کتنے دن مہینے اور سال گزارنے ہیں۔۔۔ ان امور کا فیصلہ تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاس کی طاقتوں والا رب ہی کرتا ہے۔

بندے کا کام یہ ہے کہ آگ کے گلزار ہونے تک عاجزی و انکساری کا پیکر بنے صبر و رضا کے ساتھ انتظار کرے اور ہاجرہ علیہا السلام کی طرح پوری ہمت، قوت اور طاقت کے ساتھ جدوجہد جاری رکھے۔ ❁❁❁❁❁

تحریک منہاج القرآن کے دیرینہ رفیق و رہنما محترم میاں ممتاز احمد کے جواں سالہ بیٹے

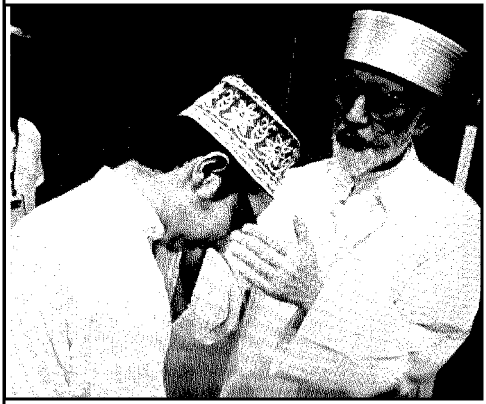

رضاء المصطفیٰ کا انتقال پُرملال

تحریک منہاج القرآن کے دیرینہ رفیق و رہنما محترم میاں ممتاز احمد کے جواں سالہ بیٹے رضاء المصطفیٰ (لائف ممبر تحریک منہاج القرآن) مورخہ 18 اگست 2019ء کو برین ہیمرج کے سبب خالق حقیقی سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کی نماز جنازہ منہاج یونیورسٹی ٹاؤن شپ میں ادا کی گئی اور روضۃ المخلصین میں سپرد خاک کیا گیا۔ نماز جنازہ میں مرکزی قائدین و سٹاف ممبران کے علاوہ کارکنانِ تحریک بھی بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔ اس موقع پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے مرحوم کی بخشش و مغفرت کے لیے خصوصی دعا فرمائی۔

محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری اور جملہ مرکزی قائدین و کارکنان نے مرحوم کے اہل خانہ سے تعزیت کرتے ہوئے مرحوم کی بخشش و مغفرت کے لیے خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بخشش و مغفرت فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل و اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

مرحوم کے ایصال ثواب کے لیے رسمِ چہلم کا پروگرام مورخہ 27 ستمبر 2019ء کو مرکزی سیکرٹریٹ پر منعقد ہوا جس میں محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے خطاب فرمایا جبکہ محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے خصوصی شرکت کی۔ پروگرام کے اختتام پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے خصوصی دعا فرمائی۔

Unique Features of the Qurʾānic Encyclopædia

Muhammad Farooq Rana
Director, Farid-e-Millat Research Institute (FMRi)

The value and benefit of any book can be judged by its subject-matter, contents of the book and the author's academic expertise and stature. The author of the *Qurʾānic Encyclopædia* is an internationally renowned personality, a scholar in both traditional and contemporary sciences who is bridging the academic gap between the East and the West. History is testament to the fact that such a personality only comes to the *Umma* after centuries.

The books authored by Shaykh-ul-Islam cover all topics related to human life. In order to promote the true, moderate and peaceful teachings of Islam he has travelled the world setting up centres to impart knowledge as well providing moral and spiritual training in one hundred countries. He has played a historic role in safeguarding the younger generation from heresy, extremism and terrorism. His individual achievements are recognised by government bodies and institutions, the distinguishing feature of which is his political and social effort for the revival of the spirit of peace and moderation in Islam.

This encyclopaedia is the cumulation of his fifty-year long effort in studying the Qurʾān and it comprises eight volumes consisting of around five thousand subjects. The subjects have been worded according to contemporary requirements and needs. From the encyclopaedia's unique features, one will find modern, scientific and philosophic subjects addressed. It is impossible to encompass all the subjects and topics that are discussed in the Qurʾān. However, the *Qurʾānic Encyclopædia*, with its approximately five thousand subjects, is exhaustive and comprehensive in terms of contemporary needs and requirements. What follows is a brief outline of the prominent features and subjects covered in each volume.

Volume One: Contents Page and Index of Qurʾānic Topics

The first volume consists of the contents page which alone consists of about 400 pages. A quick glance over the contents pages gives a general overview of the encyclopaedia. For the benefit of the reader, the thirty chapter-headings have been listed separately to give the reader an overview of the encyclopaedia's structure. This is followed by a summarised version of the contents page, which includes the

subheadings of each chapter. Hopefully, this will facilitate the reader to navigate the contents of the encyclopaedia with ease.

In the first volume, there is also a comprehensive index of the topics covered in the *Qurʾānic Encyclopædia*. The required topic can be accessed by merely searching for the main entry in the alphabetical arrangement. For example, if the topic 'creation of the universe' is required then the entry 'creation' would be searched under the letter 'C'. In this way, it will facilitate the reader to find the desired topic with ease.

Volume Two: Belief in God; Belief in Prophethood and Belief in the Divinely Revealed Books

The second volume consists of subjects pertaining to the existence of God, the concept of Divine Oneness (*tawḥīd*) and God's being and attributes. Arguments are given to prove the existence of God. Some examples of these are: the origination of the universe ex-nihilo, the purpose of creation, the orderliness of the solar system, the alternation of the night and day, the evolution of the embryo in the womb, the expanses of the heavens and the earth, the creation of the mountains and oceans and the philosophy of life and death.

This volume also consists of verses pertaining to the greatness of God's names, the reality of *shirk* (idolatry), the attitude and mentality of the idolaters, one's relationship with God, ones duty to worship, love and trust in Him, having a good opinion of Him, having sincerity in one's beliefs, the importance of God's remembrance and highlighting the attacks against a person's faith, among other important matters pertaining to belief in God.

After discussing belief in God, other subjects pertaining to beliefs are discussed, such as belief in Messengership, covering one's belief in all the Prophets, with an extensive focus on belief in the Messengership of Prophet Muḥammad ﷺ and the finality of his Prophethood. The unique qualities of the Prophet ﷺ are covered in depth along with Qurʾānic injunctions on loving, following and respecting the Messenger ﷺ. Answers from the Qurʾān are given to the objections of the idolaters and disbelievers against the Prophet ﷺ .

In relation to belief in the divinely revealed books, the virtues and unique qualities of the Torah, Psalms, Gospel and Qurʾān are detailed in light of the Qurʾānic verses, along with evidence for the truthfulness and veracity of the Qurʾān and its divine safeguarding. God has declared the Qurʾān to be solemn advice, guidance and mercy for mankind. This divine, universal and all-embracing message has been given special prominence in this volume.

Volume Three: Belief in the Angels, the Divine Decree and Life after Death; Different Types of Worship: Marriage and Family Law; the *Ḥalāl* and *Ḥarām* and Rights and Responsibilities

The third volume continues with the subject of belief in the divinely revealed books, such as the topics of respecting and revering the Qurʾān, the blessings attained in adhering to it and the supplications of the Prophets ﷺ. After this, it then moves onto other areas of beliefs such as belief in the angels, the divine decree and life after death.

Some of the verses concerning belief in the angels, include verses on their existence, duties and the names of some prominent angels, such as Angels Jibrīl, Mikāʾīl, Israfīl, Hārūt and Mārūt, Kirāman Kātibīn and the Angel of Death. The existence of the *Jinn* is also mentioned as well as the reality of the Shayṭān (Satan) and his enmity to the God-fearing people. Hopefully, this will motivate the reader towards the practice of pious deeds and abstaining from sin. There are verses pertaining to the Divine Decree (*Qadr*). Concepts such as the predestination of good and evil, and the concept of predestination held by the disbelievers and idolaters are covered.

Following on from this, belief in life after death, resurrection, the accountability and other related topics are also covered under dozens of subject headings, such as the events of the Day of Judgement, description of Paradise and its inhabitants, description of Hell and its denizens. The general knowledge of the lay Muslims regarding the life hereafter, the hardships and accountability of the Day of Judgement and the subsequent punishment and reward, is attained through the stories and accounts they hear from preachers. Through the *Qurʾānic Encyclopædia*, people of all academic abilities will be able to gain direct knowledge from the Qurʾān about these realities.

After discussing belief in God, the different types of ritual worship are discussed such as the ritual prayer, fasting, the alms-due, charity, the Pilgrimage and the Visitation. Verses pertaining to their obligation and importance have been given as well as those that warn people who fail to practice them.

This volume also delves into family law, such as marriage and divorce, the veil, the rights of men and women, the wife's right to separation (*khulaʿ*), the rights of widows and the injunctions pertaining to the waiting period (*ʿidda*). In addition to family law, verses pertaining to the *ḥalāl* and *ḥarām* are also given highlighting the things that are either permitted or prohibited in the Sharia.

The volume concludes with a chapter on the individual's rights and responsibilities. The rights of parents, women, relatives, orphans, the poor and needy, neighbours, guests, employees and prisoners have been covered with reference

to many Qurʾānic verses, the study of which will be beneficial for not only lay people but also for lawyers and people involved in social work.

VOLUME FOUR: Knowledge; Science; Peace, Love and Non-Violence; World Religions and Stories of the Prophets ﷺ

The fourth volume begins with a chapter on the importance of seeking knowledge and pursuing scientific discoveries. Scientific realities, such as the chemical and biological evolution of the human body, the creation of a baby in the womb and its stages of development, the determination of gender in the womb, five senses, the wisdom behind fingerprints and the scientific aspects of the creation of the universe are mentioned. The scientific aspects of the creation of the heavens and the earth and the sciences of psychology, astronomy, meteorology, botany, biology and ecology among others are from the unique features of this volume. These subjects are of importance to the ordinary reader as well as scientists, engineers and medical doctors.

This volume also covers subjects pertaining to peace and love, social reform, the sanctity of human life, condemnation of sectarianism, the importance of and need for the unity of the *Umma*, good conduct with non-Muslims and the protection of their lives, property and places of worship. It also covers world religions and other important topics, such as the stories of the Prophets ﷺ and the accounts of past nations. The relating of these stories and accounts provides admonition to the reader. All regions and cities that are mentioned in the Qurʾān are also covered at the end of this volume.

VOLUME FIVE: The Prophet's Family and Companions ﷺ; Character; Politics; Economics; Human Nature; Jihad and the Chronicles of the Prophet's Battles

This fifth volume contains Qurʾānic verses concerning the respect and reverence for the Companions ﷺ, the family of the Holy Prophet ﷺ, the Saints (*awliyāʾ Allāh*) and righteous. It also contains verses on the importance and excellence of good character and the condemnation of bad character, the study of which will facilitate Muslims in being good human beings. In addition to this, other subjects that are covered in this volume include: injunctions and rulings from the Qurʾān concerning anarchists, rebels and terrorists, the sanctity of human life and the importance of interfaith harmony and human freedom.

In this volume, under the section of government and politics, the following subjects are covered: Islamic system of governance, responsibilities of the state and the system of justice. Under economic and financial matters, the following areas are covered: principles of trade and industry, prohibition and condemnation of

usury, the concept of taxes and other related subjects that are of interest to economists.

In addition to the above, human nature, its states and temperament, nations of the world and their circumstances, the different states and conditions of the human heart, the impermanence of human life, tourism and the principles and methodology of propagation are also covered. Factors that lead to the rise and fall of nations, injunctions on Jihad and self-defence, injunctions on peace and reconciliation, the chronicles of the Prophet's battles, their background, causes and scenarios are also covered under assigned subject headings.

Volumes Six to Eight: Comprehensive Index of Qurʾānic Words

The sixth, seventh and eighth volumes contain a comprehensive index of Qurʾānic words. This index will facilitate in accessing the shoreless oceans of meaning in the Qurʾān. Although there are other lexicons available on the Qurʾān, this current work is unique in that it is designed for non-Arabic speakers. In other Qurʾānic lexicons, the root word must be known to access the lexicon, thus making it difficult at times for those unfamiliar with Arabic morphology. Knowledge of Arabic morphology is not required for the index of Qurʾānic words in the*Qurʾānic Encyclopædia*, as the word can be accessed easily by looking it up alphabetically. For instance, for the word '*yaʿlamūn*', knowing its root word is not required but the word can be searched alphabetically under the section '*yā*''.

Another useful feature of the index of Qurʾānic words is that the number of repetitions of any given word and the verses in which that word is contained are also provided. Moreover, translations of every word have also been given. However, instead of providing a detailed explanation of the word's meaning, only a basic translation has been provided. For example, the word '*anzalnā*' has the literal meaning of 'we sent down' or 'we revealed', but it could also come in the meaning of 'we created' (Cf. 7:26). This specific conjugation has been mentioned in forty Qurʾānic verses, and all forty verses have been listed under the entry of this word.

The last three volumes of the *Qurʾānic Encyclopædia*, along with being an extensive index of Qurʾānic words, also serve the purpose of bringing new subjects to light as every word has been indexed. For example, if one requires verses containing words such as water, fire or river, they will find all the verses with these words under their relevant entry. In this way, thousands of other words and the verses in which they are contained can be accessed easily thereby facilitating the reader.

Basic details of how to use the index of Qurʾānic words can be found in the 1st volume as well as in 6th volume of the *Qurʾānic Encyclopædia* .

We pray to the Almighty that He not only makes the *Qurʾānic Encyclopædia* a source of guidance for the *Umma* and mankind but also a great means of attaining His pleasure, the pleasure of His Holy Messenger ﷺ and success in the Hereafter. Amen.

سیرت وفضائلِ نبوی ﷺ کے ذکرِ جمیل پر مشتمل عظیم ذخیرۂ علم

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کے سینکڑوں خطابات اور تصانیف سے استفادہ کیجیے

ایسا انسائیکلوپیڈیا جو دلوں کی ویران بستیاں آباد کرنے کے ساتھ ساتھ
ذہنِ جدید میں پیدا ہونے والے اِشکالات کے مدلّل جواب دیتا ہے
اور اِصلاحِ اَحوال واِحیائے اُمت کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN
OCT-2019
LAHORE
Regd CPL No.41

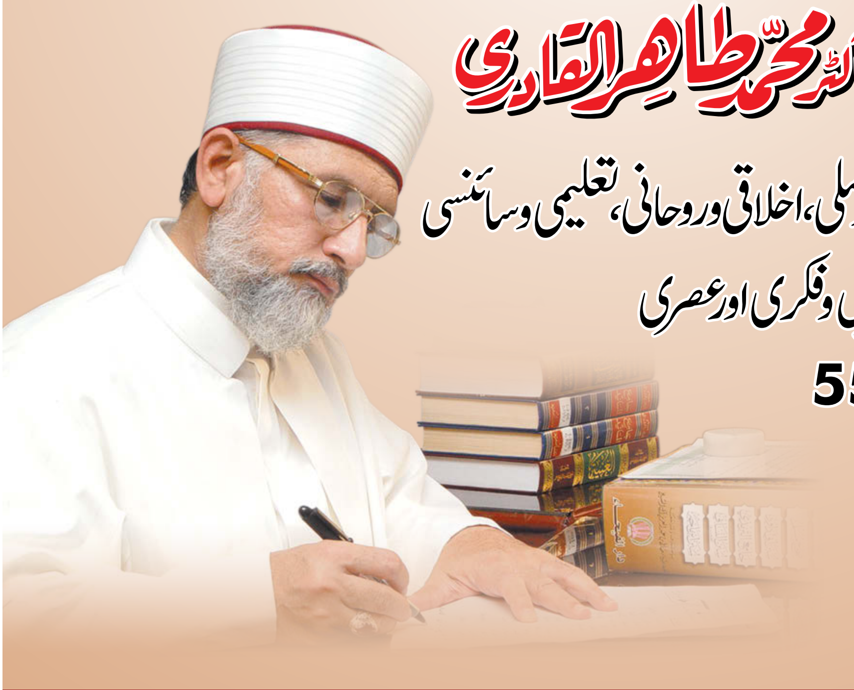

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کی اسلام کے علمی و عملی، اخلاقی و روحانی، تعلیمی و سائنسی

فقہی و قانونی، انقلابی و فکری اور عصری

موضوعات پر 550

سے زائد کتب